جو گناہ باران رحمت سے محرومی سبب بنتے ہیں:

قاضی کا ناحق فیصلہ کرنا، ناحق گواہی دینا، گواہی چھپانا، زکوٰۃ اور قرض نہ دینا، فقیروں اور نیازمندوں کی نسبت سنگدل ہونا، یتیم اور ضرورت مندوں پر ستم کرنا، سائل کو دھتکارنا، رات کی تاریکی میں کسی تھی دست اور نادار کو خالی ہاتھ لوٹانا۔ [1]

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام گناہوں کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

لَوْ لَمْ يَتَوَعَّدِ اللهُ عَلَى مَعْصِيَتِهِ لَكَانَ يَجِبُ أَن لا يُعْصىٰ شُكْراً لِنِعَمِهِ: [2]

اگر خداوند عالم نے اپنے بندوں کو اپنی مخالفت پر عذاب کا وعدہ نہ دیا ہوتا، تو بھی اس کی نعمت کے شکرانے کے لئے واجب تھا کہ اس کی معصیت نہ کی جائے۔

قارئین کرام! خداوند عالم کی بے شمار نعمتوں کے شکر کی بنا پر ہمیں چاہئے کہ ہر طرح کی معصیت اور گناہ سے پرہیز کریں اور اپنے بُرے ماضی کی بدلنے کے لئے خداوند عالم کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں کیونکہ توبہ استغفار کی بنا پر خداوند عالم کی رحمت و مغفرت اور اس کا لطف وکرم انسان کے شامل حال ہوتا ہے۔

حقیقی توبہ کا راستہ

توبہ (یعنی خداوند عالم کی رحمت ومغفرت اور اس کی رضا وخوشنودی تک پہنچنا، جنت میں پھونچنے کی صلاحیت کا پیدا کرنا، عذاب جہنم سے امان ملنا، گمراھی کے راستہ سے نکل آنا، راہ ہدایت پر آ جانا اور انسان کے نامہ اعمال کا ظلمت وسیاھی سے پاک وصاف ہوجانا ہے)؛ اس کے اہم آثار کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ توبہ ایک عظیم مرحلہ ہے، توبہ ایک بزرگ پروگرام ہے، توبہ عجیب وغریب حقیقت ہے اور ایک روحانی اور آسمانی واقعیت ہے۔

لہٰذا فقط استغفر اللہ کہنے، یا باطنی طور پر شرمندہ ہونے اور خلوت وبزم میں آنسو بھانے سے توبہ حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ جو لوگ اس طرح توبہ کرتے ہیں وہ کچھ اس مدت کے بعد دوبارہ گناہوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں!

گناہوں کی طرف دوبارہ پلٹ جانا اس چیز کی بہترین دلیل ہے کہ حقیقی طور پر توبہ نہیں ہوئی اور انسان حقیقی طور پر خدا کی طرف نہیں پلٹا ہے۔

حقیقی توبہ اس قدر اہم اور باعظمت ہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات اور الٰہی تعلیمات اس سے مخصوص ہیں۔

امام علی علیہ السلام کی نظر میں حقیقی توبہ

[1]. معانی الاخبار 270، باب معنی الذنوب التی تغیر النعم، حدیث 2؛ وسائل الشیعہ، ج16، ص281، باب 41، حدیث 21556؛ بحار الانوار، ج70، ص375، باب 138، حدیث 12۔

[2] نہج البلاغہ، حکمت 842، حکمت 290؛ بحار الانوار ج70، ص364، باب 137، حدیث 96۔

امام علی علیہ السلام نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے زبان پر استغفر اللہ جاری کیا تھا:

اے شخص! تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے، کیا تو جانتا ہے کہ توبہ کیا ہے؟ یاد رکھ توبہ علّیین کا درجہ ہے، جوان چھ چیزوں سے مل کر محقق ہوتا ہے:

1۔ اپنے ماضی پر شرمندہ اور پشیمان ہونا۔

2۔ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا مستحکم ارادہ کرنا۔

3۔ لوگوں کے حقوق کا ادا کرنا۔

4۔ ترک شدہ واجبات کو بجالانا۔

5۔ گناہوں کے ذریعہ پیدا ہونے والے گوشت کو اس قدر پگھلا دینا کہ ہڈیوں پر گوشت باقی نہ رہ جائے، اور حالت عبادت میں ہڈیوں پر گوشت پیدا ہو۔

6۔ بدن کو اطاعت کی تکلیف میں مبتلا کرنا جس طرح گناہ کا مزہ چکھا ہے۔

لہٰذا ان چھ مرحلوں سے گزرنے کے بعد استغفر اللہ کہنا۔[۱]

جی ہاں، توبہ کرنے والے کو اس طرح توبہ کرنا چاہئے، گناہوں کو ترک کرنے کا مصمم ارادہ کرلے، گناہوں کی طرف پلٹ جانے کا ارادہ ہمیشہ کے لئے اپنے دل سے نکال دے، دوسری، تیسری بار توبہ کی امید میں گناہوں کو انجام نہ دے، کیونکہ یہ امید بے شک ایک شیطانی امید اور مسخرہ کرنے والی حالت ہے، حضرت امام رضا علیہ السلام ایک روایت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَغْفَرَ بِلِسانِهِ وَلَمْ يَنْدَمْ بِقَلْبِهِ فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِنَفْسِهِ... [۲]

جو شخص زبان سے توبہ و استغفار کرے لیکن دل میں پشیمانی اور شرمندگی نہ ہو تو گویا اس نے خود کا مذاق اڑایا ہے!

واقعاً یہ ہنسی کا مقام اور افسوس کی جگہ ہے کہ انسان دوا اور علاج کی امید میں خود کو مریض کرلے، واقعاً انسان کس قدر خسارہ ہے کہ وہ توبہ کی امید میں گناہ و معصیت کا مرتکب ہوجائے، اور خود کو یہ تلقین کرتا رہے کہ ہمیشہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، لہٰذا اب گناہ کرلوں، لذت حاصل کرلوں!! بعد میں توبہ کرلوں گا!

اگر حقیقی طور پر توبہ کی جائے اور اگر تمام شرائط کے ساتھ توبہ ہوجائے، تو پھر انسان کی روح یقینا پاک ہوجاتی ہے نفس میں پاکیزگی اور دل میں صفا پیدا ہوجاتی ہے، اور انسان کے اعضاء و جوارح نیز ظاہر و باطن سے گناہوں کے آثار ختم ہوجاتے ہیں۔

توبہ بار بار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ گناہ ظلمت و تاریکی اور توبہ نور و روشنی کا نام ہے، اندھیرے اور روشنی میں زیادہ آمد و

---

[۱] نہج البلاغہ، 878 حکمت 417؛ وسائل الشیعہ ج16، ص77، باب 87، حدیث 21028؛ بحار الانوار ج6، ص36، باب 20، حدیث 59۔

[۲] کنز الفوائد ج1، ص330، فصل حدیث عن الامام الرضا (ع)؛ بحار الانوار ج75، ص356، باب 26، حدیث 11۔

رفت سے روح کی آنکھیں خراب ہوجاتی ہیں۔اگر کوئی گناہ سے توبہ کرنے کے بعد دوبارہ پھراسی گناہ سے ملوث ہوجائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ توبہ ہی نہیں کی گئی ہے،(یا مکمل شرائط کے ساتھ توبہ نہیں ہوئی ہے۔)

انسانی نفس جہنم کے منہ کی طرح ہے جو کبھی بھرنے والا نہیں ہے،اسی طرح انسانی نفس گناہوں سے نہیں تھکتا،اس کے گناہوں میں کمی نہیں ہوتی،جس کی وجہ سے انسان خدا سے دور ہوتا چلا جاتا ہے لہٰذا اس تنور کے دروازہ کو توبہ کے ذریعہ بند کیا جائے اوراس عجیب وغریب غیر مرئی موجود کی سرکشی کو حقیقی توبہ کے ذریعہ باندھ لیا جائے۔

توبہ؛انسانی حالت میں انقلاب اوردل وجان کے تغیر کا نام ہے،اس انقلاب کے ذریعہ انسان گناہوں کی طرف کم مائل ہوتا ہے اورخداوندعالم سے ایک مستحکم رابطہ پیدا کرلیتا ہے۔

توبہ؛ایک نئی زندگی کی ابتداء ہوتی ہے،معنوی اورملکوتی زندگی جس میں قلب انسان تسلیم خدا،نفس انسان تسلیم حسنات ہوجاتا ہے اورظاہر وباطن تمام گناہوں کی گندگی اورکثافتوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

توبہ؛یعنی ہوائے نفس کے چراغ کو گُل کرنا اورخدا کی مرضی کے مطابق اپنے قدم اٹھانا۔

توبہ؛یعنی اپنے اندر کے شیطان کی حکومت کو ختم کرنا اوراپنے نفس پر خداوندعالم کی حکومت کا راستہ ہموار کرنا۔

ہر گناہ کے لئے مخصوص توبہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر خدا کی بارگاہ میں اپنے مختلف گناہوں کے سلسلہ میں استغفار کرلیا جائے اور استغفر اللہ ربی واتوب الیہ زبان پر جاری کرلیا جائے،یا مسجد اورائمہ معصومین علیہما السلام کے روضوں میں ایک زیارت پڑھ لی جائے یا چند آنسو بہالئے جائیں تو اس کے ذریعہ توبہ ہوجائے گی،جبکہ آیات وروایات کی نظر میں اس طرح کی توبہ مقبول نہیں ہے،اس طرح کے افراد کو توجہ کرنا چاہئے کہ ہر گناہ کے اعتبار سے توبہ بھی مختلف ہوتی ہے،ہر گناہ کے لئے ایک خاص توبہ مقرر ہے کہ اگر انسان اس طرح توبہ نہ کرے تو اس کا نامہ اعمال گناہ سے پاک نہیں ہوگا،اوراس کے بُرے آثار قیامت تک اس کی گردن پر باقی رہیں گے، اورروز قیامت اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

اوران تمام گناہوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1۔عبادت اور واجبات کو ترک کرنے کی صورت میں ہونے والے گناہ،جیسے نماز،روزہ،زکوٰۃ،خمس اور جہاد وغیرہ کو ترک کرنا۔

2۔خداوندعالم کے احکام کی مخالفت کرتے ہوتے گناہ کرنا جن میں حقوق الناس کا کوئی دخل نہ ہو،جیسے شراب پینا،نامحرم عورتوں کو دیکھنا،زنا،لواط،استمناء،جُوا،حرام میوزیک سننا وغیرہ۔

3۔وہ گناہ جن میں فرمان خدا کی نافرمانی کے علاوہ لوگوں کے حقوق کو بھی ضایع کیا گیا ہو،جیسے قتل،چوری،سود،غصب،

مالِ یتیم ناحق طور پر کھانا، رشوت لینا، دوسروں کے بدن پر زخم لگانا یا لوگوں کو مالی نقصان پہچانا وغیرہ وغیرہ۔

پہلی قسم کے گناہوں کی توبہ یہ ہے کہ انسان تمام ترک شدہ اعمال کو بجالائے، چھوٹی ہوئی نماز پڑھے، چھوٹے ہوتے روزے رکھے، ترک شدہ حج کرے، اور اگر خمس وزکوٰۃ ادا نہیں کیا ہے تو ان کو ادا کرے۔

دوسری قسم کے گناہوں کی توبہ یہ ہے کہ انسان شرمندگی کے ساتھ استغفار کرے اور گناہوں کے ترک کرنے پر مستحکم ارادہ کرلے، اس طرح کہ انسان کے اندر پیدا ہونے والا انقلاب اعضاء وجوارح کو دوبارہ گناہ کرنے سے روکے رکھے۔

تیسری قسم کے گناہوں کی توبہ یہ ہے کہ انسان لوگوں کے پاس جائے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کرے، مثلاً قاتل، خود کو مقتول کے ورثہ کے حوالے کردے، تاکہ وہ قصاص یا مقتول کا دیہ لے سکیں، یا اس کو معاف کردیں، سودخور تمام لوگوں سے لئے ہوتے سود کے حوالے کردے، غصب کرنے والا ان چیزوں کو ان کے مالک تک پھونچادے، مال یتیم اور رشوت ان کے مالکوں تک پہنچائے، کسی کو زخم لگایا ہے تو اس کا دیہ ادا کرے، مالی نقصان کی تلافی کرے، پس حقیقی طور پر توبہ قبول ہونے کے تین مذکورہ تین چیزوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

1۔شیطان

لفظ شیطان اور ابلیس قرآن مجید میں تقریباً 98 بار ذکر ہوا ہے، جو ایک خطرناک اور وسوسہ کرنے والا موجود ہے، جس کا مقصد صرف انسان کو خداوندعالم کی عبادت واطاعت سے روکنا اور گناہ ومعصیت میں غرق کرنا ہے۔

قرآن مجید میں گمراہ کرنے والے انسان اور دکھائی نہ دینے والا وجود جو انسان کے دل میں وسوسہ کرتا ہے، ان کو شیطان کہا گیا ہے۔

شیطان، شطن اور شاطن کے مادہ سے ماخوذ ہے اور خبیث، ذلیل، سرکش، متمرد، گمراہ اور گمراہ کرنے کے معنی میں آیا ہے، چاہے یہ انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے۔

قرآن مجید اور اس کی تفسیر وتوضیح میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہما السلام سے بیان ہونے والی احادیث وروایات میں شیطان جنّ وانس کی خصوصیات کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے:

قسم کھایا ہوا اور کھلم کھلا دشمن، برائی اور فحشاء ومنکر کا حکم کرنے والا، خداوندعالم کی طرف ناروانسبت دینے والا، صاحبان حیثیت کو ڈرانے والا کہ کہیں نیک کام میں خرچ کرنے سے فقیر نہ بن جائیں، انسانوں کو لغزشوں میں ڈالنے والا، گمراہی میں پھنسانے والا تاکہ لوگ سعادت وخوشبختی سے کوسوں دور چلے جائیں، شراب پلانے کا راستہ ہموار کرنے والا، جوا کھیلنے، حرام شرط لگانے اور لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی نسبت کینہ ودشمنی ایجاد کرنے والا، برے کام کو اچھا بنا کر پیش کرنے والا، جھوٹے وعدے دینے والا، انسان میں غرور پیدا کرنے والا، اور اسے ذلت کی طرف ڈھکیلنے والا، راہ حق میں رکاوٹ پیدا کرنے اور جہنم

میں پہنچانے والے کاموں کی دعوت دینے والا، میاں بیوی کو طلاق کی منزل تک پہنچانے والا، لوگوں میں گناہوں اور برائیوں کا راستہ فراہم کرنے اور ان ہیں دنیا کا اسیر بنانے والا، انسان کوتوبہ کی امید میں گناہوں پر اُکسانے والا، خود پسندی ایجاد کرنے والا، بخل، غیبت، جھوٹ اور شہوت کوتحریک کرنے والا، کھلم کھلا گناہ کرنے کی ترغیب کرنے والا، غصہ اور غضب کو بھڑکانے والا۔

جب تک انسان شیاطین جن وانس کے جال میں پھنسا رہتا ہےتو پھر وہ حقیقی طور پرتوبہ نہیں کرسکتا، کیونکہ جب تک اس کے دل پر شیطان کی حکومت رہے گی، توتوبہ کے بعد شیطان پھر گناہ کرنے کے لئے وسوسہ پیدا کردے گا، اورتوبہ کے ذریعہ کئے گئے عہد کوتوڑنے اوراپنی اطاعت کرنے پرمجبور کردے گا۔

توبہ کرنے والے کو چاہئے کہ خداوندعالم سےتوفیق طلب کرتے ہوتے گناہوں سے ہمیشہ پرہیز کرے اور شیطان سے سخت بیزار رہے، تاکہ آہستہ آہستہ اس خبیث وجود کےنفوذ کو اپنے وجود سے ختم کردے، اوراس کی حکومت کا بالکل خاتمہ کردے، تاکہ انسان کے دل میں توبہ واستغفار کی حقیقت باقی رہے، اوراس نورانی عہد و پیمان کوظلمت کے حملےتوڑ نہ سکیں۔

2۔دنیا

تمام مادی عناصراورانسانی زندگی کی ضروری اشیاء سے رابطہ ہی انسان کی دنیا ہے۔

اگر یہ رابطہ خداوندعالم کی مرضی کے مطابق ہوتو بےشک انسان کی یہ دنیا قابل حمد وثنا ہے، اوراُخروی سعادت کی ضامن ہے، لیکن اگرانسان کا یہی رابطہ مادی اور ہوائے نفس کی بنا پر ہو جہاں پرکسی طرح کی کوئی حدوحدود نہ ہوتواس وقت انسان کی یہ دنیا مذموم اورآخرت میں ذلت کا باعث ہوگی۔

بے شک اگر ہوائے نفس کی بنیاد اور بے لگام خواہشات کے ساتھ مادی چیزوں سے لگاؤ ہوتو یقیناانسان گناہوں کے دلدل میں پھنس جاتا ہے۔

اسی ناجائز رابطہ کی بنا پرانسان شہوت اور مال ودولت کا عاشق بن جاتا ہے، اوراس راستہ کے ذریعہ خدا کے حلال وحرام کی مخالفت کرتا ہوانظرآتا ہے۔

اس طرح کے رابطہ کے ذریعہ انسان؛ مادی چیزوں اور شہوت پرستی میں کھوجاتا ہے، جس کا بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے، اورجس کی بدولت آخرت میں سخت خسارہ اٹھانا پڑے گا۔

حضرت علی علیہ السلام اس سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں:

اَلدُّنیا تَغُرُّ وَ تَضُرُّ وَ تَمُرُّ۔۔۔ [1]

دنیا، مغرور کرتی ہے، نقصان پہنچاتی ہےاور گزر جاتی ہے۔

---

[1]۔ نہج البلاغہ، 877، حکمت 415؛ غررالحکم، ص135، الدنیادارالغرور، حدیث 2347؛ روضۃ الواعظین ج2 ص441، مجلس فی ذکرالدنیا۔

خداوند عالم نے اپنے محبوب رسول (ص) کو شب معراج اس مذموم دنیا میں گرفتار لوگوں کی خصوصیت کے بارے میں اس طرح فرمایا: اہل دنیا وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا کھانا پینا، ہنسنا، رونا اور غصہ زیادہ ہوتا ہے، خدا کی عنایت پر بہت کم خوشنود ہوتے ہیں، لوگوں سے کم راضی رہتے ہیں، لوگوں کی شان میں بدی کرنے کے بعد عذر خواہی نہیں کرتے، اور نہ ہی دوسروں کی عذر خواہی کو قبول کرتے ہیں، اطاعت کے وقت سست و کاہل اور گناہ کے وقت شجاع اور طاقتور ہوتے ہیں، ان کی آرزوئیں طولانی ہوتی ہیں، ان کی گفتگو زیادہ، عذاب جہنم کا خوف کم ہوتا ہے اور کھانے پینے کے وقت بہت زیادہ خوش وخرم نظر آتے ہیں۔

یہ لوگ چین وسکون کے وقت شکر اور بلاء ومصیبت میں صبر نہیں کرتے، دوسروں کو ذلیل سمجھتے ہیں، نہ کئے ہوتے کام پر اپنی تعریفیں کرتے ہیں، جن چیزوں کے مالک نہیں ہوتے ان کی ملکیت کے بارے میں دعویٰ کرتے ہیں، اپنی بے جا آرزوؤں کو دوسروں سے بیان کرتے ہیں، لوگوں کی برائیوں کو اچھالتے ہیں، اوران کی اچھائیوں کو چھپاتے ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا: پالنے والے! کیا ان عیوب کے علاوہ کوئی دوسرا عیب بھی ان میں پایا جاتا ہے؟ آواز آئی: اے احمد! دنیا والوں کے عیب زیادہ ہیں، ان میں حماقت و نادانی پائی جاتی ہے، اپنے استاد کے سامنے تواضع سے پیش نہیں آتے، اپنے کو (بہت) بڑا عاقل سمجھتے ہیں، جبکہ وہ صاحبان علم کے نزدیک احمق ہوتے ہیں۔ [1]

اگر کوئی شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرلے لیکن توبہ کے ساتھ مادی زرق وبرق میں اسیر ہو، تو کیا اس کی توبہ باقی رہ سکتی ہے اور توبہ کے میدان میں ثابت قدم رہ سکتا ہے؟۔

توبہ کرنے والا اگر اس طرح کی چیزوں کے نفوذ سے آزاد نہ ہو تو پھر اس کے لئے حقیقی طور پر توبہ کرنا ناممکن ہے، کیونکہ ایسا انسان توبہ تو کرلیتا ہے، لیکن جیسے ہی مادی چیزوں نے حملہ کیا تو وہ اپنی توبہ کو توڑ لیتا ہے۔

3۔ آفات

غلط رابطے، بے جا محبت، لذتوں میں بہت زیادہ غرق ہونا، نا محدود شھوات، بے لگام خواہشیں، حرام شہوت اور ہوائے نفس یہ سب خطرناک آفتیں ہیں کہ اگر انسان کی زندگی میں یہ سب پائی۔

حقیقی توبہ کرنے والوں کے لئے الٰہی تحفہ

معصوم علیہ السلام کا ارشاد ہے: خداوند عالم توبہ کرنے والوں کو تین خصلتیں عنایت فرماتا ہے کہ اگر ان میں سے ایک خصلت بھی تمام اہل زمین وآسمان کو مرحمت ہوجائے تو اسی خصلت کی بنا پر ان کو نجات مل جائے:

"۔۔۔اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ"۔ [2]

---

[1] ارشاد القلوب ج1، ص200، باب54؛ بحار الانوار ج74، ص23، باب2، حدیث6۔

[2] سورۂ بقرہ آیت222۔

بے شک خدا توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

لہٰذا جس کو خداوندعالم دوست رکھتا ہے اس پر عذاب نہیں کرے گا۔

"اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ"۔ [1]

جو فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوتے ہیں اور جو اس کے گرد معین ہیں سب حمد خدا کی تسبیح کررہے ہیں اور اسی پر ایمان رکھتے ہیں اور صاحبان ایمان کے لئے استغفار کررہے ہیں کہ خدایا! تیری رحمت اور تیرا علم ہر شئے پر محیط ہے لہٰذا ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کا اتباع کیا ہے اور ان ہیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔ پروردگارا! ان ہیں اور ان کے باپ دادا، ازواج اور اولاد میں سے جو نیک اور صالح افراد ہیں ان کو ہمیشہ رہنے والے باغات میں جگہ عنایت فرما، جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے بیشک تو سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔ اور ان ہیں برائیوں سے محفوظ فرما کہ آج جن لوگوں کو تو نے برائیوں سے بچالیا گویا ان ہیں پر رحم کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

"وَالَّذِینَ لاَیَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلَهاً آخَرَ وَلاَیَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِی حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ وَلاَیَزْنُونَ وَمَنْ یَفْعَلْ ذَلِكَ یَلْقَ أَثَامًا۔ یضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یوْمَ الْقِیامَةِ وَیَخْلُدْ فِیهِ مُهانًا۔ إِلاَّ مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُوْلَئِكَ یبَدِّلُ اللهُ سَیئَاتِهِم حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَحِیمًا"۔ [2]

اور وہ لوگ خدا کے ساتھ کسی اور خدا کو نہیں پکارتے ہیں اور کسی بھی نفس کو اگر خدا نے محترم قرار دیدیا ہے تو اسے ناحق قتل نہیں کرتے ہیں اور زنا بھی نہیں کرتے کہ جو ایسا عمل کرے گا وہ اپنے عمل کی سزا بھی برداشت کرے گا۔ جسے روز قیامت دوگنا کردیا جائے گا اور وہ اسی میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ پڑا رہے گا۔ علاوہ اس شخص کے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل بھی کرے کہ پروردگار اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے تبدیل کردے گا، اور خدا بہت بڑا مہربان ہے۔ [3]

توبہ جیسے باعظمت مسئلہ کے سلسلہ میں قرآن کا نظریہ

قرآن کریم میں لفظ توبہ اور اس کے دیگر مشتقات تقریباً 87 مرتبہ ذکر ہوتے ہیں، جس سے اس مسئلہ کی اہمیت اور عظمت

[1] سورہ غافر (مومن) آیت 7 تا 9۔

[2] سورۂ فرقان آیت 68 تا 70۔

[3] کافی ج2 ص432، حدیث 5؛ بحارالانوار ج6، ص39، باب 20، حدیث 70۔

واضح جاتی ہے۔

قرآن کریم میں توبہ کے سلسلہ میں بیان ہونے والے مطالب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1۔توبہ کا حکم۔

2۔حقیقی توبہ کا راستہ۔

3۔توبہ کی قبولیت۔

4۔توبہ سے روگردانی۔

5۔توبہ قبول نہ ہونے کے اسباب۔

1۔توبہ کا حکم

"وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ..."۔[1]

اور اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔۔۔۔

"...وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"۔[2]

توبہ کرتے رہو کہ شاید اسی طرح تمہیں فلاح اور نجات حاصل ہو جائے۔

راغب اصفہانی اپنی کتاب مفردات میں کہتے ہیں: قیامت کی فلاح و کامیابی یہ ہے جہاں انسان کے لئے ایسی زندگی ہوگی جہاں موت نہ ہوگی، ایسی عزت ہوگی کہ جہاں ذلت نہ ہوگی، ایسا علم ہوگا کہ جہاں جہالت کا نام ونشان تک نہ ہوگا، وہاں انسان ایسا غنی ہوگا جس کو تنگدستی نہیں ہوگی۔[3]

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا..."۔[4]

اے ایمان والو! خلوص دل کے ساتھ توبہ کرو۔۔۔۔

ان آیات میں خداوند عالم نے مومنین اور غیر مومنین سبھی کو توبہ کی دعوت دی ہے، خدا کی اطاعت واجب اور باعث رحمت و مغفرت ہے، اسی طرح خداوند عالم کی معصیت حرام اور باعث غضب الٰہی اور مستحق عذاب الٰہی ہے، جس کی وجہ سے دنیا و آخرت میں ذلت وخواری اور ہمیشہ کے لئے ہلاکت وبدبختی ہے۔

---

[1] سورۂ ہود آیت 3

[2] سورۂ نور آیت 31۔

[3] مفردات راغب ص 64، مادہ (فلح)۔

[4] سورۂ تحریم آیت 8۔

2۔ حقیقی توبہ کا راستہ

حقیقت تو یہ ہے کہ توبہ ایک سادہ اور آسان کام نہیں ہے، بلکہ معنوی اور عملی شرائط کے ساتھ ہی توبہ محقق ہوسکتی ہے۔ شرمندگی، آئندہ میں پاک و پاکیزہ رہنے کا مصمم ارادہ، برے اخلاق کو اچھے اخلاق وعادات میں بدلنا، اعمال کی اصلاح کرنا، گزشتہ اعمال کا جبران اور تلافی کرنا اور خدا پر ایمان رکھنا اور اسی پر بھروسہ کرنا یہ تمام ایسے عناصر ہیں جن کے ذریعہ سے توبہ کی عمارت پایہ تکمیل تک پہنچتی ہے، اور ان ہیں کے ذریعہ استغفار ہوسکتا ہے۔

"اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ"۔ [1]

علاوہ ان لوگوں کے جو توبہ کرلیں اور اپنے کئے کی اصلاح کرلیں اور جس کو چھپایا ہے اس کو واضح کردیں، تو ہم ان کی توبہ قبول کرلیتے ہیں کہ ہم بہترین توبہ قبول کرنے والے اور مہربان ہیں۔

"اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا"۔ [2]

توبہ خدا کے ذمہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو جہالت کی بنا پر برائی کرتے ہیں لیکن پھر فوراً توبہ کر لیتے ہیں کہ خدا ان کی توبہ کو قبول کرلیتا ہے وہ علیم و دانا بھی ہے اور صاحبِ حکمت بھی۔

"فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [3]

پھر ظلم کے بعد جو شخص توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے، تو خدا (بھی) اس کی توبہ کو قبول کرلے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

"وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [4]

اور جن لوگوں نے بُرے اعمال کئے اور پھر توبہ کرلی اور ایمان لے آئے، توبہ کے بعد تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

"فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ۔۔۔"۔ [5]

پھر اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکواۃ ادا کریں، تو (یہ لوگ) دین میں تمہارے بھائی ہیں۔۔۔۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت، 160۔

[2] سورۂ نساء آیت 17۔

[3] سورۂ مائدہ آیت 39۔

[4] سورۂ اعراف آیت 153۔

[5] سورۂ توبہ آیت 11۔

قارئین کرام! مذکورہ آیات کے پیش نظر، خدا و قیامت پر ایمان، عقیدہ، عمل اور اخلاق کی اصلاح، خدا کی طرف فوراً لوٹ آنا، ظلم وستم کے ہاتھ روک لینا، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا اور لوگوں کے حقوق ادا کرنا؛ حقیقی توبہ کے شرائط ہیں، اور جو شخص بھی ان تمام شرائط کے ساتھ توبہ کرے گا بے شک اس کی توبہ حقیقت تک پہنچ جائے گی اور حقیقی طور پر توبہ محقق ہوگی نیز اس کی توبہ یقینا بارگاہ خداوندی میں قبول ہوگی۔

3۔توبہ قبول ہونا

جس وقت کوئی گناہگار توبہ کے سلسلہ کے خداوندعالم کی اطاعت کرتا ہے اور توبہ کے شرائط پر عمل کرتا ہے، اور توبہ کے سلسلہ میں قرآن کا تعلیم کردہ راستہ اپناتا ہے، تو بے شک خدائے مہربان؛ جس نے گناہگار کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرماتا ہے، وہ ضرور اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں توبہ قبول ہونے کی نشانی قرار دے دیتا ہے اور اس کو گناہوں سے پاک کردیتا ہے، نیز اس کے باطن سے ظلمت وتاریکی کو سفیدی اور نور میں تبدیل کردیتا ہے۔

"اَلَمْ يَعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ..."۔[۱]

کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔۔۔۔

"وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ..."۔[۲]

اور وہی وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو معاف کرتا ہے۔۔۔۔

"غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ..."۔[۳]

وہ گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔۔۔۔

4۔توبہ سے منہ موڑنا

اگر گناہگار خدا کی رحمت سے مایوس ہوکر توبہ نہ کرے تو اس کو جاننا چاہئے کہ رحمت خدا سے مایوسی صرف اور صرف کفار سے مخصوص ہے[۴]

اگر گناہگار انسان اس وجہ سے توبہ نہیں کرتا کہ خداوندعالم اس کے گناہوں کو بخشنے پر قدرت نہیں رکھتا، تو اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تصور بھی یہودیوں کا ہے۔[۵]

---

[۱] سورۂ توبہ آیت 104۔

[۲] سورۂ شوری آیت 25۔

[۳] سورۂ غافر (مؤمن) آیت 3۔

[۴] سورۂ یوسف آیت 87۔

[۵] سورۂ مائدہ آیت 64۔

اگر گناہگار انسان کا تکبر، خدائے مہربان کے سامنے جرائت اور ربّ کریم کے سامنے بے ادبی کی بنا پر ہو تو اس کو جاننا چاہئے کہ خداوند عالم اس طرح کے مغرور، گھمنڈی اور بے ادب لوگوں کو دوست نہیں رکھتا، اور جس شخص سے خدا محبت نہ کرتا ہو تو دنیا وآخرت میں ان کی نجات ممکن نہیں ہے۔ [۱]

گناہگار کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ توبہ سے منہ موڑنا، جبکہ باب توبہ کھلا ہوا ہے اور لازمی شرائط کے ساتھ توبہ کرنا ممکن ہے نیز یہ کہ خداوند عالم توبہ قبول کرنے والا ہے، لہٰذا ان تمام باتوں کے پیش نظر توبہ نہ کرنا اپنے اوپر اور آسمانی حقائق پر ظلم وستم ہے۔

"۔۔وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"۔ [۲]

اگر کوئی توبہ نہ کرے تو سمجھو کہ درحقیقت یہی لوگ ظالم ہیں۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ"۔ [۳]

بیشک جن لوگوں نے ایماندار مردوں اور عورتوں کو ستایا اور پھر توبہ نہ کی، ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلانے والا عذاب بھی ہے۔

5۔توبہ قبول نہ ہونے کے اسباب

اگر گناہگار انسان کو توبہ کرنے کی توفیق حاصل ہوجائے اور تمام تر لازمی شرائط کے ساتھ توبہ کرلے تو بے شک اس کی توبہ بارگاہ خداوندی میں قبول ہوتی ہے، لیکن اگر توبہ کرنے کا موقع ہاتھ سے کھو بیٹھے اور اس کی موت آپہنچے اور پھر وہ اپنے گزشتہ سے توبہ کرے یا ضروری شرائط کے ساتھ توبہ نہ کرے یا ایمان لانے کے بعد کافر ہوجائے تو ایسے شخص کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوسکتی۔

"وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا"۔ [۴]

---

[۱] "لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾" سورۂ نحل آیت نمبر 23

"اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾" سورۂ حج آیت 38۔

"اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْۗاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۤ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾" سورۂ قصص آیت 76۔

"وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾" سورۂ لقمان آیت 18۔

"لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۲۳﴾" سورۂ حدید آیت 23۔

[۲] سورۂ حجرات آیت 11۔

[۳] سورۂ بروج آیت 10۔

[۴] سورۂ نساء آیت 18

اور توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو پہلے برائیاں کرتے ہیں اور پھر جب موت سامنے آجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ اب ہم نے توبہ کرلی اور نہ ان کے لئے ہے جو حالت کفر میں مرجاتے ہیں کہ ان کے لئے ہم نے بڑا دردناک عذاب مھیا کر رکھا ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ"۔ [۱]

جن لوگوں نے کفر اختیار لیا اور پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے ان کی توبہ ھرگز قبول نہ ہوگی اور وہ حقیقی طور پر گمراہ ہیں۔

توبہ، احادیث کی روشنی میں

حضرت امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے: جناب آدم علیہ السلام نے خداوندعالم کی بارگاہ میں عرض کی: پالنے والے مجھ پر (اور میری اولاد) پر شیطان کو مسلط ہے اور وہ خون کی طرح گردش کرتا ہے، پالنے والے اس کے مقابلہ میں میرے لئے کیا چیز مقرر فرمائی ہے؟

خطاب ہوا: اے آدم یہ حقیقت آدم کے لئے مقرر کی ہے کہ تمہاری اولاد میں کسی نے گناہ کا ارادہ کیا، تو اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا، اور اگر اس نے اپنے ارادہ کے مطابق گناہ بھی انجام دے لیا تو اس کے نامہ اعمال میں صرف ایک ہی گناہ لکھا جائے گا، لیکن اگر تمہاری اولاد میں سے کسی نے نیکی کا ارادہ کرلیا تو فوراً ہی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، اور اگر اس نے اپنے ارادہ پر عمل بھی کیا تو اس نے نامہ اعمال میں دس برابر نیکی لکھی جائیں گی؛ اس وقت جناب آدم علیہ السلام نے عرض کیا: پالنے والے! اس میں اضافہ فرمادے؛ آواز قدرت آئی: اگر تمہاری اولاد میں کسی شخص نے گناہ کیا لیکن اس کے بعد مجھ سے استغفار کرلیا تو میں اس کو بخش دوں گا؛ ایک بار پھر جناب آدم علیہ السلام نے عرض کیا: پالنے والے! مزید اضافہ فرما؛ خطاب ہوا: میں نے تمہاری اولاد کے لئے توبہ کو رکھا اور اس کے دروازہ کو وسیع کردیا کہ تمہاری اولاد موت کا پیغام آنے سے قبل توبہ کرسکتی ہے، اس وقت جناب آدم علیہ السلام نے عرض کیا: خداوندا! یہ میرے لئے کافی ہے۔ [۲]

حضرت امام صادق علیہ السلام نے حضرت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے: جو شخص اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرلے تو خداوندعالم اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے، اس کے بعد فرمایا: بے شک ایک سال زیادہ ہے، جو شخص اپنی موت سے ایک ماہ قبل توبہ کرلے تو خداوندعالم اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے، اس کے بعد فرمایا: ایک مھینہ بھی زیادہ ہے، جو شخص ایک ہفتہ پہلے توبہ

---

[۱] سورۂ آل عمران آیت 90

[۲] عن ابی جعفر علیہ السلام قال: ان آدم علیہ السلام قال: یارب! سلطت علی الشیطان واجریته منی مجری الدم فاجعل لی شیئاً فقال: یا آدم! جعلت لك ان من هم من ذریتك بسیئة لم تكتب علیه فان عملها كتبت علیه سیئة ومن هم منهم بحسنة فان لم یعملها كتبت له حسنة وان هو عملها كتبت له عشراً. قال: یارب! زدنی۔ قال: جعلت لك ان من عمل منهم سیئة ثم استغفر غفرت له قال: یارب! زدنی قال: جعلت لهم التوبة وبسطت لهم التوبة حتی تبلغ النفس هذه۔ قال: یارب! حسبی۔

کرلے اس کی توبہ قابل قبول ہے، اس کے بعد فرمایا: ایک ہفتہ بھی زیادہ ہے، اگر کسی شخص نے اپنی موت سے ایک دن پہلے توبہ کر لی تو خداوند عالم اس کی توبہ بھی قبول کر لیتا ہے، اس کے بعد فرمایا: ایک دن بھی زیادہ ہے اگر اس نے موت کے آثار دیکھنے سے پہلے توبہ کر لی تو خداوند عالم اس کی بھی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ [1]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَقْبَلُ تَوْبَۃَ عَبْدِہِ ما لَمْ یغَرْغِرْ، تُوبُوا اِلیٰ رَبِّکُمْ قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا، وَبادِرُوا بِالاَعْمالِ الزّاکِیۃِ قَبْلَ اَنْ تُشْتَغِلُوا، وَصِلُوا الَّذی بَینَکُمْ وَبَینَہُ بِکَثْرَۃِ ذِکْرِکُمْ اِیاہُ: [2]

خداوند عالم، اپنے بندے کی توبہ دم نکلنے سے پہلے پہلے تک قبول کر لیتا ہے، لہٰذا اس سے پہلے پہلے توبہ کرلو، نیک اعمال انجام دینے میں جلدی کرو قبل اس کے کہ کسی چیز میں مبتلا ہو جاؤ، اپنے اور خدا کے درمیان توجہ کے ذریعہ رابطہ کرلو۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَاشَفیعَ اَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَۃِ۔ [3]

توبہ سے زیادہ کامیاب کرنے والا کوئی شفیع نہیں ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

اَلتَّوْبَۃُ تَجُبُّ ما قَبْلَہ۔ [4]

توبہ؛ انسان کے گزشتہ اعمال کو ختم کر دیتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلتَّوْبَۃُ تَسْتَنْزِلُ الرَّحْمَۃَ:۔ [5]

---

[1] عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من تاب قبل موتہ قبل اللہ توبتہ ثم قال: ان السنۃ الکثیرۃ، من تاب قبل موتہ بشھر قبل اللہ توبتہ، ثم قال: ان الشھر لکثیر، من تاب قبل موتہ بجمعۃ قبل اللہ توبتہ۔ ثم قال: ان الجمعۃ لکثیرۃ، من تاب قبل موتہ بیوم قبل اللہ توبتہ، ثم قال: ان الیوم لکثیر، من تاب قبل ان یعاین قبل اللہ توبتہ۔

[2] دعوات راوندی، ص237، فصل فی ذکر الموت؛ بحار الانوار، ج6، ص19، باب20، حدیث5۔

[3] نہج البلاغہ ص863، حکمت 371، من لا یحضرہ الفقیہ ج3، ص574، باب معرفۃ الکبائر التی اوعد اللہ، حدیث 4965؛ بحار الانوار ج6، ص19، باب 20، حدیث6۔

[4] عوالی اللئالی ج1، ص237، الفصل التاسع، حدیث 150؛ مستدرک الوسائل ج 12، ص129، باب 86، حدیث 13706؛ میزان الحکمہ، ج2، ص636، التوبۃ، حدیث2111۔

[5] غرر الحکم ص195، آثار التوبۃ، حدیث 3835؛ مستدرک الوسائل ج 12، ص129، باب 86، حدیث 13707؛ میزان الحکمہ، ج2، ص636، التوبۃ، حدیث2112۔

توبہ کے ذریعہ رحمت خدا نازل ہوتی ہے۔

نیز حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

تُوبُوا اِلَى اللهِ وَ ادْخُلُوا فِي مَحَبَّتِهِ، فَإِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوّابِينَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ، وَالْمُؤْمِنُ تَوّابٌ. [1]

خداوندعالم کی طرف لوٹ آؤ، اپنے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرلو، بے شک خداوندعالم توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور مومن بہت زیادہ توبہ کرتا ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے آباءواجداد علیہم السلام کے حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ عِنْدَاللهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَثَلِ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ، وَلَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللهِ مِنْ مُؤْمِنٍ تَائِبٍ اَوْ مُؤْمِنَةٍ تَائِبَةٍ. [2]

خداوندعالم کے نزدیک مومن کی مثال ملک مقرب کی طرح ہے، بے شک خداوندعالم کے نزدیک مومن کا مرتبہ فرشتہ سے بھی زیادہ ہے، خداوندعالم کے نزدیک مومن اور توبہ کرنے والے مومن سے محبوب تر کوئی چیز نہیں ہے۔

امام ہشتم اپنے آباءواجداد کے حوالے کے ذریعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لا ذَنْبَ لَهُ. [3]

گناہوں سے توبہ کرنے والا، اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

اِنَّ تَوْبَةَ النَّصوحِ هُوَ اَنْ يتوبَ الرَّجُلُ مِنْ ذَنْبٍ وَ ينْوِي اَنْ لا يعودَ اِلَيهِ اَبَداً. [4]

توبہ نصوح یہ ہے کہ انسان گناہوں سے توبہ کرے اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا قطعی ارادہ رکھے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لِلّٰهِ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنَ الْعَقِيمِ الْوالِدِ، وَمِنَ الضّالِّ الْواجِدِ، وَمِنَ الظَّمْآنِ الْوارِدِ. [5]

---

[1] خصال ج2، ص623، حدیث10؛ بحار، ج6، ص21، باب20، حدیث14۔

[2] عیون اخبار الرضا ج2، ص29، باب31، حدیث33؛ جامع الاخبار ص85، الفصل الحادی والاربعون فی معرفۃ المؤمن؛ وسائل الشیعہ ج16، ص75، باب86، حدیث21021۔

[3] عیون اخبار الرضا ج2، ص74، باب31، حدیث347؛ وسائل الشیعہ ج16، ص75، باب86، حدیث21022؛ بحار، ج6، ص21، باب20، حدیث16۔

[4] معانی الاخبار ص174، باب معنی التوبۃ النصوح، حدیث3؛ وسائل الشیعہ ج16، ص77، باب87، حدیث21027؛ بحارالانوار، ج6، ص22، باب20، حدیث23۔

[5] کنزالعمال ص10165؛ میزان الحکمہ، ج2، ص636، التوبہ، حدیث2123۔

خداوند عالم اپنے گناہگار بندے کی توبہ پر اس سے کہیں زیادہ خوشحال ہوتا ہے جتنی ایک عقیم عورت بچہ کی پیدائش پر خوش ہوتی ہے، یا کسی کا کوئی کھویا ہوا مل جاتا ہے اور پیاسے کو بہتا ہوا چشمہ مل جاتا ہے!

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

اَلتَّائِبُ إِذالَمْ يسْتَبِنْ عَلَيهِ اَثَرُ التَّوَبَةِ فَلَيسَ بِتائِبٍ، يرْضِي الْخُصَماءَ، وَيعيدُ الصَّلَواتِ، وَ يتَواضَعُ بَينَ الْخَلْقِ، وَيتَّقي نَفْسَهُ عَنِ الشَّهَواتِ، وَيهْزِلُ رَقَبَتَهُ بِصِيامِ النَّهارِ:۔ [1]

جس وقت توبہ کرنے والے پر توبہ کے آثار ظاہر نہ ہوں، تو اس کو تائب (یعنی توبہ کرنے والا) نہیں کہا جانا چاہئے، توبہ کے آثار یہ ہیں: جن لوگوں کے حقوق ضائع کئے ہیں ان کی رضایت حاصل کرے، قضا شدہ نمازوں کو ادا کرے، دوسروں کے سامنے تواضع وانکساری سے کام لے، اپنے نفس کو حرام خواہشات سے روکے رکھے اور روزے رکھ کر جسم کو کمزور کرے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلتَّوْبَةُ نَدَمٌ بِالْقَلْبِ، وَاسْتِغْفارٌ بِاللِّسانِ، وَتَرْكٌ بِالْجَوارِحِ، وَإِضْمارٌ اَنْ لايعودَ:۔ [2]

توبہ؛ یعنی دل میں شرمندگی، زبان پر استغفار، اعضاء وجوارح سے تمام گناہوں کو ترک کرنا اور دوبارہ نہ کرنے کا مستحکم ارادہ کرنا۔

نیز حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

مَنْ تابَ تابَ اللهُ عَلَيهِ، وَاُمِرَتْ جَوارِحُهُ اَنْ تَسْتُرَ عَلَيهِ، وَبِقاعُ الاَرْضِ اَنْ تَكْتُمَ عَلَيهِ، وَ اُنْسِيتِ الْحَفَظَةُ ما كانَتْ تَكْتُبُ عَلَيهِ:۔ [3]

جو شخص توبہ کرتا ہے خداوند عالم اس کی توبہ قبول کرتا ہے، اور اس کے اعضاء وجوارح کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کے گناہوں کو مخفی کرلو، اور زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس کے گناہ کو چھپالے اور جو کچھ کراماً کاتبین نے لکھا ہے خدا ان کو نظر انداز کردیتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم نے جناب داؤد نبی علیہ السلام پر وحی فرمائی:

اِنَّ عَبْدِي الْمُؤْمِنَ إِذا اَذْنَبَ ذَنْباً ثُمَّ رَجَعَ وَ تابَ مِنْ ذٰلِكَ الذَّنْبِ وَاسْتَحْيیٰ مِنّي عِنْدَ ذِكْرِهِ غَفَرْتُ لَهُ، وَاَنْسَيتُهُ الْحَفَظَةُ، وَ اَبْدَلْتُهُ الْحَسَنَةَ، وَلا اُبالي وَ اَنَا اَرْحَمُ الرّحِمينَ:۔ [4]

بے شک جب میرا بندہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور پھر اپنے گناہ سے منہ موڑ لیتا ہے اور توبہ کرلیتا ہے، اور اس گناہ کو یاد کرکے مجھ سے شرمندہ ہوتا ہے تو میں اس کو معاف کردیتا ہوں، اور کراماً کاتبین کو (بھی) بھلادیتا ہوں، اور اس کے گناہ کو نیکی میں

[1] جامع الاخبار، 87، الفصل الخامس والاربعون فی التوبۃ، مستدرک الوسائل ج12، ص130، باب 87، حدیث 13709۔

[2] غرر الحکم ص194، حدیث 3777؛ مستدرک الوسائل ج12، ص137، باب 87، حدیث 13715۔

[3] ثواب الاعمال ص179، ثواب التوبۃ؛ بحار الانوار ج6، ص28، باب 20، حدیث 32۔

[4] ثواب الاعمال، 130، ثواب من اذنب ذنباً ثم رجع وتاب؛ وسائل الشیعہ ج16، 74، باب 86، حدیث 21017۔

تبدیل کر دیتا ہوں، مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ میں ارحم الراحمین ہوں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اہم روایت میں فرماتے ہیں: کیا تم جانتے ہوں ہو کہ تائب (یعنی توبہ کرنے والا) کون ہے؟ اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بہتر جانتے ہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ توبہ کرے اور دوسروں کے مالی حقوق کو ادا کر کے ان کو راضی نہ کرلے تو وہ تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن خدا کی عبادتوں میں اضافہ نہ کرے تو وہ شخص (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن اپنے (مال حرام سے بنے ہوتے) لباس کو نہ بدلے وہ (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن اپنی صحبت کو نہ بدلے تو وہ (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن اپنے اخلاق اور اپنی نیت کو نہ بدلے تو وہ شخص (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے اور اپنے دل سے حقائق کو نہ دیکھے، اور صدقہ وانفاق میں اضافہ نہ کرے تو وہ شخص (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن اپنی آرزؤں کو کم نہ کرے اور اپنی زبان کو محفوظ نہ رکھے، تو وہ شخص (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن اپنے بدن سے اضافی کھانے کو خالی نہ کرے، تو وہ شخص (بھی) تائب نہیں ہے۔ بلکہ وہ شخص تائب ہے جو ان تمام خصلتوں کی پابندی کرے۔[1]

توبہ کے منافع اور فوائد

گناہوں سے توبہ کے متعلق قرآن کریم کی آیات اور اہل بیت علیہم السلام سے مروی احادیث وروایات کے پیش نظر دنیا و آخرت میں توبہ کے بہت سے منافع وفوائد ذکر ہوتے ہیں، جن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

"۔۔۔ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا"۔[2]

۔۔۔اور کہا کہ اپنے پروردگار سے استغفار کرو کہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار پانی برسائے گا۔ اور اموال واولاد کے ذریعہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لئے باغات اور نہریں قرار دے گ۔

"۔۔۔ تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔۔۔"۔[3]

توبہ کرو، عنقریب تمہارا پرودگار تمہاری برائیوں کو مٹادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں

---

[1] جامع الاخبار ص88، الفصل الخامس والاربعون فی التوبۃ؛ بحار الانوار ج6، ص35، باب20، حدیث52؛ مستدرک الوسائل ج12، ص131، باب 87، حدیث 13709۔ قارئین کرام! اس روایت میں جن چیزوں کے بدلنے کا حکم ہوا ہے ان سے وہ چیزیں مراد ہیں جو حرام طریقہ سے حاصل کی گئی ہوں یا حرام چیزوں سے متعلق ہوں۔

[2] سورۂ نوح آیت 10-12۔

[3] سورۂ تحریم آیت 8۔

جاری ہوں گی۔

توبہ سے متعلق اکثر آیات خداوند عالم کی دو صفات غفور و رحیم پر ختم ہوتی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم حقیقی توبہ کرنے والے پر اپنی بخشش اور رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔[1]

"وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ..."۔[2]

اور اگر بستی کے لوگ ایمان لے آتے ہیں اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے لئے زمین اور آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

مجمع البیان جو ایک گرانقدر تفسیر ہے اس میں ایک بہترین روایت نقل کی گئی ہے:

ایک شخص حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں آکر قحط اور مہنگائی کی شکایت کرتا ہے، اس وقت امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

اے شخص اپنے گناہوں سے استغفار کرو، ایک دوسرے شخص نے غربت اور ناداری کی شکایت کی، اس سے (بھی) امام علیہ السلام نے فرمایا: اپنے گناہوں سے مغفرت طلب کرو، اسی طرح ایک اور شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کی: مولا دعا کیجئے کہ مجھے خداوند عالم اولا دعطا کرے تو امام علیہ السلام نے اس سے بھی یہی فرمایا: اپنے گناہوں سے استغفار کرو۔

اس وقت آپ کے اصحاب نے عرض کیا: (فرزند رسول!) آنے والوں کی درخواستیں اور شکایات مختلف تھی، لیکن آپ نے سب کو توبہ و استغفار کرنے کا حکم فرمایا! امام علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے یہ چیز اپنی طرف سے نہیں کہی ہے بلکہ سورہ نوح کی آیات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے جہاں خداوند عالم نے فرمایا ہے: ''استغفروا ربّکم ...'' (اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرو)، لہٰذا میں نے سبھی کو استغفار کے لئے کہا، تاکہ ان کی مشکلات، توبہ و استغفار کے ذریعہ حل ہو جائیں۔[3]

بہرحال قرآن مجید اور احادیث سے واضح طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ توبہ کے منافع و فوائد اس طرح سے ہیں: گناہوں سے پاک ہو جانا، رحمت الٰہی کا نزول، بخشش خداوندی، عذاب آخرت سے نجات، جنت میں جانے کا استحقاق، روح کی پاکیزگی، دل کی صفائی، اعضاء و جوارح کی طہارت، ذلت و رسوائی سے نجات، باران نعمت کا نزول، مال و دولت اور اولاد کے ذریعہ امداد، باغات اور نہروں میں برکت، قحطی، مہنگائی اور غربت کا خاتمہ۔

---

[1] آل عمران، 89۔ مائدہ، 34۔ اعراف، 153۔ توبہ، 102۔ نور، 5۔

[2] سورۂ اعراف آیت 96

[3] مجمع البیان ج10، ص361؛ وسائل الشیعہ ج7، ص177، باب 23، حدیث 9055

توبہ کرنے والوں کے واقعات

"لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ..."[1]

یقیناان کے واقعات صاحبان عقل کے لئے عبرت ہیں۔۔۔۔

ایک نمونہ خاتون

آسیہ،فرعون کی زوجہ تھی، وہ فرعون جس میں غرور وتکبر کا نشہ بھرا تھا،جس کا نفس شریر تھااور جس کے عقائد اور اعمال باطل وفاسد تھے۔

قرآن مجید نے فرعون کو متکبر،ظالم،ستم گر اور خون بھانے والے کے عنوان سے یاد کیا ہے اور اس کو طاغوت کا نام دیا ہے۔

آسیہ،فرعون کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھی،اور فرعونی حکومت کی ملکہ تھی،تمام چیزیں اس کے اختیار میں تھیں۔

وہ بھی اپنے شوہر کی طرح فرمانروائی کرتی تھی،اور اپنی مرضی کے مطابق ملکی خزانہ سے فائدہ اٹھاتی تھی۔

ایسے شوہر کے ساتھ زندگی، ایسی حکومت کے ساتھ ایسے دربار کے اندر، اس قدر مال و دولت، اطاعت گزار غلام او رکنیزوں کے ساتھ میں اس کی ایک بہترین زندگی تھی۔

ایک جوان اور قدرتمند خاتون نے اس ماحول میں پیغمبر الٰہی جناب موسیٰ بن عمران کے ذریعہ الٰہی پیغام سنا، اس نے اپنے شوہر کے طور طریقے اور اعمال کے باطل ہونے کو سمجھ لیا، چنانچہ نور حقیقت اس کے دل میں چمک اٹھا۔

حالانکہ اس کو معلوم تھا کہ ایمان لانے کی وجہ سے اس کی تمام خوشیاں اور مقام ومنصب چھن سکتا ہے یہاں تک کہ جان بھی جاسکتی ہے،لیکن اس نے حق کو قبول کرلیا اور وہ خداوندمہربان پر ایمان لے آئی،اور اپنے گزشتہ اعمال سے توبہ کرلی اور نیک اعمال کے ذریعہ اپنی آخرت کو آباد کرنے کی فکر میں لگ گئی۔

اس کا توبہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا،اس کی وجہ سے اسے اپنا تمام مال ودولت اور منصب ترک کرنا پڑا،اور فرعون و فرعونیوں کی ملامت ضرب وشتم کو برداشت کرنا پڑا،لیکن پھر بھی وہ توبہ، ایمان،عمل صالح اور ہدایت کی طرف قدم آگے بڑھاتی رہی۔

جناب آسیہ سلام اللہ علیہا کی توبہ،فرعون اور اس کے درباریوں کو ناگوار گزری، کیونکہ پورے شہر میں اس بات کی شہرت ہوگئی کہ فرعون کی بیوی اور ملکہ نے فرعونی طور طریقہ کو ٹھکراتے ہوتے مذہب کلیم اللہ کو منتخب کرلیا ہے، سمجھا بجھا کر،ترغیب دلا کر اور ڈرا دھمکا کر بھی آسیہ کے بڑھتے قدم کو نہیں روکا جاسکتا تھا،وہ اپنے دل کی آنکھوں سے حق کو دیکھ کر قبول کرچکی تھی،اس نے باطل کے

---

[1] سورۂ یوسف آیت 111۔

کھوکھلے پن کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا تھا، لہٰذا حق وحقیقت تک پہنچنے کے بعد اس کو ہاتھ سے نہیں کھوسکتی تھی اور کھوکھلے باطل کی طرف نہیں لوٹ سکتی تھی۔

جی ہاں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا کو فرعون سے، حق کو باطل سے، نور کو ظلمت سے، صحیح کو غلط سے، آخرت کو دنیا سے، بہشت کو دوزخ سے، اور سعادت کو بدبختی سے بدل لے۔

جناب آسیہ سلام اللہ علیہا نے اپنے ایمان، توبہ واستغفار پر استقامت کی، جبکہ فرعون دوبارہ باطل کی طرف لوٹانے کے لئے کوشش کررہا تھا۔

فرعون نے جناب آسیہ سلام اللہ علیہا سے مقابلہ کی ٹھان لی، غضبناک ہوا، اس کے غضب کی آگ بھڑک اٹھی، لیکن آسیہ کی ثابت قدمی کے مقابلہ میں ہار گیا، اس نے آسیہ کو شکنجہ دینے کا حکم دیا، اور اس عظیم خاتون کے ہاتھ پیر کو باندھ دیا، اور سخت سے سخت سزا دینے کے بعد پھانسی کا حکم دیدیا، اس نے اپنے جلادوں کو حکم دیا کہ اس کے اوپر بڑے بڑے پتھر گرائے جائیں، لیکن جناب آسیہ سلام اللہ علیہا نے دنیا وآخرت کی سعادت وخوشبختی حاصل کرنے کے لئے صبر کیا، اور ان تمام سخت حالات میں خدا سے لو لگائے رکھی۔

جناب آسیہ سلام اللہ علیہا کی حقیقی توبہ، ایمان وجہاد، صبر واستقامت، یقین اور مستحکم عزم کی وجہ سے قرآن مجید نے ان کو قیامت تک مومن ومومنات کے لئے نمونہ کے طور پر پہنچوایا ہے، تاکہ ہر زمانہ کے گناہگار کے لئے عذر وبھانہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے اور کوئی یہ نہ کہہ دے کہ توبہ، ایمان اور عمل صالح کا کوئی راستہ باقی نہیں رہا تھا۔

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ"۔ [1]

اور خدا نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی زوجہ کی مثال بیان کی کہ اس نے دعا کی کہ پروردگار میرے لئے جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کے درباریوں سے نجات دلادے اور اس پوری ظالم قوم سے نجات عطا فرمادے۔

توبہ، ایمان، صبر اور استقامت کی بنا پر اس عظیم الشان خاتون کا مرتبہ اس بلندی پر پہنچا ہوا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:

اِشْتاقَتِ الْجَنَّةُ اِلٰى اَرْبَعٍ مِنَ النِّساءِ :مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرانَ، وَآسِيَةَ بِنْتِ مُزاحِمٍ زَوْجَةِ فِرْعَوْنَ، وَخَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلَدٍ زَوْجَةِ النَّبِيِّ فِي الدُّنْيا وَالآخِرَةِ، وَفاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ:۔ [2]

جنت چار عورتوں کی مشتاق ہے، مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون، خدیجہ بنت خویلد دنیا وآخرت میں ھمسر

[1] سورۂ تحریم آیت 11۔

[2] کشف الغمہ :1466: بحار الانوار:43 ص53، باب3، حدیث48، عبارت کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ

پیغمبر، اور فاطمہ بنت محمد۔

شعوانہ کی توبہ

مرحوم ملا احمد نراقی اپنی عظیم الشان اخلاقی کتاب معراج السعادۃ میں حقیقی توبہ کے سلسلہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ بیان کرتے ہیں:

شعوانہ ایک جوان رقّاصہ عورت تھی، جس کی آواز نھایت سریلی تھی، لیکن اس کو حلال وحرام پر کوئی توجہ نہیں تھی، شہر بصرہ کے مالداروں کے یہاں فسق وفجور کی کوئی ایسی محفل نہ تھی جس میں شعوانہ بلائی نہ جاتی ہو، وہ ان محفلوں میں ناچ گانا کیا کرتی تھی، یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ کچھ لڑکیاں اور عورتیں بھی ہوتی تھیں۔

ایک روز اپنے سھیلیوں کے ساتھ ایسی ہی محفلوں میں جانے کے لئے ایک گلی سے گزر رہی تھی کہ اچانک دیکھا کہ ایک گھر سے نالہ وشیون کی آواز آرہی ہے، اس نے تعجب کے ساتھ سوال کیا: یہ کیسا شور ہے؟ اور اپنی ایک سھیلی کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیج دیا، لیکن بہت دیر انتظار کے بعد بھی وہ نہ پلٹی، اس نے دوسری سھیلی کو بھیجا، لیکن وہ بھی واپس نہ آئی، تیسری کو بھی روانہ کیا اور ہدایت کردی کہ جلد لوٹ کر آنا، چنانچہ جب وہ گئی اور تھوڑی دیر بعد لوٹ کر آئی تو اس نے بتایا کہ یہ سب نالہ وشیون بدکاراور گناہگار افراد کا ہے!

شعوانہ نے کہا: میں خود جاکر دیکھتی ہوں کیا ہورہا ہے۔

جیسے ہی وہ وہاں پہنچی اور دیکھا کہ ایک واعظ لوگوں کو وعظ کررہے ہیں، اور اس آیہ شریفہ کی تلاوت کررہے ہیں:

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا [1]

جب آتش (دوزخ) ان لوگوں کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اس کے بھڑکتے ہوتے شعلوں کی آوازیں سنیں گے۔ اور جب ان ہیں زنجیروں میں جکڑ کر کسی تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا تو وہاں موت کی دھائی دیں گے۔

جیسے ہی شعوانہ نے اس آیت کو سنا اور اس کے معنی پر توجہ کی، اس نے بھی ایک چیخ ماری اور کہا: اے واعظ! میں بھی ایک گناہگار ہوں، میرا نامہ اعمال سیاہ ہے، میں بھی شرمندہ اور پشیمان ہوں، اگر میں توبہ کروں تو کیا میری توبہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہوسکتی ہے؟

واعظ نے کہا: ہاں، تیرے گناہ بھی قابل بخشش ہیں، اگرچہ شعوانہ کے برابر ہیکیوں نہ ہوں!

اس نے کہا: وائے ہو مجھ پر، ارے میں ہی تو شعوانہ ہوں، افسوس کہ میں کس قدر گناہوں سے آلودہ ہوں کہ لوگوں نے مجھے گناہگار کی ضرب المثل بنادیا ہے!!

---

[1] سورۂ فرقان آیت 12-13۔

اے واعظ! میں توبہ کرتی ہوں اور اس کے بعد کوئی گناہ نہ کروں گی، اور اپنے دامن کو گناہوں سے بچاؤں گی اور گناہگاروں کی محفل میں قدم نہیں رکھوں گی۔

واعظ نے کہا: خداوندعالم تیری نسبت بھی ارحم الراحمین ہے۔

واقعاً شعوانہ نے توبہ کرلی، عبادت و بندگی میں مشغول ہوگئی، گناہوں سے پیدا ہوتے گوشت کو پگھلا دیا، سوز جگر، اور دل کی تڑپ سے آہ وبکا کرتی تھی: ھائے! یہ میری دنیا ہے، تو آخرت کا کیا عالم ہوگا، لیکن اس نے اپنے دل میں ایک آواز کا احساس کیا: خدا کی عبادت میں مشغول رہ، تب آخرت میں دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

میدان جنگ میں توبہ

نصر بن مزاحم کتاب واقعہ صفین میں نقل کرتے ہیں: ہاشم مرقال کہتے ہیں: جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی نصرت کے لئے چند قاریان قرآن شریک تھے، معاویہ کی طرف سے طائفہ غسّان کا ایک جوان میدان میں آیا، اس نے رجز پڑھا اور حضرت علی علیہ السلام کی شان میں جسارت کرتے ہوتے مقابلہ کے لئے للکارا، مجھے بہت زیادہ غصہ آیا کہ معاویہ کے غلط پروپیگنڈے نے اس طرح لوگوں کو گمراہ کررکھا ہے، واقعاً میرا دل کباب ہوگیا، میں نے میدان کا رخ کیا، اور اس غافل جوان سے کہا: اے جوان! جو کچھ بھی تمہاری زبان سے نکلتا ہے، خدا کی بارگاہ میں اس کا حساب وکتاب ہوگا، اگر خداوندعالم نے تجھ سے پوچھ لیا:

علی بن ابی طالب سے کیوں جنگ کی؟ تو کیا جواب دے گا؟

چنانچہ اس جوان نے کہا:

میں خدا کی بارگاہ میں حجت شرعی رکھتا ہو کیونکہ میری تم سے جنگ علی بن ابی طالب کے بے نمازی ہونے کی وجہ سے ہے!

ہاشم مرقال کہتے ہیں: میں نے اس کے سامنے حقیقت بیان کی، معاویہ کی مکاری اور چال بازیوں کو واضح کیا۔ جیسے ہی اس نے یہ سب کچھ سنا، اس نے خدا کی بارگاہ میں استغفار کی، اور توبہ کی، اور حق کا دفاع کرنے کے لئے معاویہ کے لشکر سے جنگ کے لئے نکل گیا۔

ایک یہودی نوجوان کی توبہ

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

ایک یہودی نوجوان اکثر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتا تھا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کی آمد ورفت پر کوئی اعتراض نہیں کیا کرتے تھے بلکہ بعض اوقات تو اس کو کسی کام کے لئے بھیج دیا کرتے تھے، یا اس کے ھاتھوں قوم یہود کو خط بھیج دیا کرتے تھے۔

لیکن ایک مرتبہ وہ چند روز تک نہ آیا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں سوال کیا، تو ایک شخص نے کہا: میں نے

اس کو بہت شدید بیماری کی حالت میں دیکھا ہے شاید یہ اس کا آخری دن ہو، یہ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ اس کی عیادت کے تشریف لئے گئے، وہ کوئی گفتگو نہیں کرتا تھا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہاں پہنچے تو وہ آپ کا جواب دینے لگا، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس جوان کو آواز دی، اس جوان نے آنکھیں کھولی اور کہا: لبیک یا ابا القاسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: کھو: اشہد ان لا الہ الا اللہ، وانی رسول اللہ۔

جیسے ہی اس نوجوان کی نظر اپنے باپ کی (ترچھی نگاھوں) پر پڑی، وہ کچھ نہ کہہ سکا، پیغمبر اکرم نے اس کو دوبارہ شھادتین کی دعوت دی، اس مرتبہ بھی اپنے باپ کی ترچھی نگاہوں کو دیکھ کر خاموش رہا، رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تیسری مرتبہ اس کو یہودیت سے توبہ کرنے اور شھادتین کو قبول کرنے کی دعوت دی، اس جوان نے ایک بار پھر اپنے باپ کی چہرے پر نظر ڈالی، اس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: اگر تیری مرضی ہے تو شھادتین قبول کرلے ورنہ خاموش رہ، اس وقت جوان نے اپنے باپ پر توجہ کئے بغیر اپنی مرضی سے شھادتین کہہ دیں اور اس دنیا سے رخصت ہوگیا! پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس جوان کے باپ سے فرمایا: اس جوان کے لاشے کو ہمارے حوالے کردو، اور پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: اس کو غسل دو، کفن پہناؤ، اور میرے پاس لاؤ تاکہ میں اس پر نماز پڑھوں، اس کے بعد اس یہودی کے گھر سے نکل آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہتے جاتے تھے: خدایا تیرا شکر ہے کہ آج تو نے میرے ذریعہ ایک نوجوان کو آتش جہنم سے نجات دیدی![1]

ایک دہاتی کی بت پرستی سے توبہ

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی جنگ کے لئے تشریف لے جارہے تھے، ایک مقام پر اپنے اصحاب سے فرمایا: راستے میں ایک شخص ملے گا، جس نے تین دن سے شیطان کی مخالفت پر کمر باندھ رکھی ہے، چنانچہ اصحاب ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ اس بیابان میں ایک شخص کو دیکھا، اس کا گوشت ہڈیوں سے چپکا ہوا تھا، اس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، اس کے ہونٹ جنگل کی گھاس کھانے کی وجہ سے سبز ہوچکے تھے، جیسے ہی وہ شخص آگے بڑھا، اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں معلوم کیا، اصحاب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تعارف کرایا، چنانچہ اس شخص نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے درخواست کی: مجھے اسلام تعلیم فرمائیے: تو آپ نے فرمایا: کھو: اشہد ان لا الہ الا اللہ، وانی رسول اللہ۔ چنانچہ اس نے ان دونوں شھادتوں کا اقرار کیا، آپ نے فرمایا: پانچوں وقت کی نماز پڑھنا، ماہ رمضان المبارک میں روزے رکھنا، اس نے کہا: میں نے قبول کیا، فرمایا: حج کرنا، زکوۃ ادا کرنا، اور غسل جنابت کرنا، اس نے کہا: میں نے قبول کیا۔

اس کے بعد آگے بڑھ گئے، وہ بھی ساتھ تھا لیکن اس کا اونٹ پیچھے رہ گیا، رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رک گئے، اور اصحاب اس کی تلاش میں نکل گئے، لشکر کے آخر میں دیکھا کہ اس کے اونٹ کا پیر جنگلی چوہوں کے بل میں دھنس گیا ہے اور اس کی اور اس

[1] امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ، ص397، مجلس 62 حدیث 10؛ بحار الانوار ج6 ص26 باب 20 حدیث 27۔

کے اونٹ کی گردن ٹوٹ گئی ہے، اور دونوں ہی ختم ہو گئے ہیں، چنانچہ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی۔

جیسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی فوراً حکم دیا، ایک خیمہ لگایا جائے اور اس کو غسل دیا جائے، غسل کے بعد خود آنحضرت خیمہ میں تشریف لے گئے اور اس کو کفن پہنایا، خیمہ سے باہر نکلے، اس حال میں کہ آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا، اور اپنے صحاب سے فرمایا: یہ دیہاتی شخص بھوکا اس دنیا سے گیا ہے، یہ وہ شخص تھا جو ایمان لایا، اور اس نے ایمان کے بعد کسی پر ظلم وستم نہیں کیا، اپنے کو گناہوں سے آلودہ نہ کیا، جنت کی حوریں بہشتی پھلوں کے ساتھ اس کی طرف آئیں اور پھلوں سے اس کا منہ بھر دیا، ان میں ایک حور کہتی تھی: یا رسول اللہ! مجھے اس کی زوجہ قرار دیں، دوسری کہتی تھی: مجھے اس کی زوجہ قرار دیں![1]

شقیق بلخی کی توبہ

شقیق بلخ ایک مالدار شخص کا بیٹا تھا، وہ تجارت کے لئے روم جایا کرتا تھا، اور روم کے شہروں میں سیر وتفریح کے لئے جایا کرتا تھا، چنانچہ ایک بار روم کے کسی شہر میں بت پرستوں کا پروگرام دیکھنے کے لئے بت خانہ میں گیا، دیکھا کہ بت خانہ کا ایک خادم اپنا سر منڈوائے ہوتے اور ارغوانی لباس پہنے ہوتے خدمت کررہا ہے، اس سے کہا: تیرا خدا صاحب علم و حکمت اور زندہ ہے، لہٰذا اسی کی عبادت کر، اور ان بے جان بتوں کی عبادت چھوڑ دے کیونکہ یہ کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچاتے۔ اس خادم نے جواب دیا: اگر انسان کا خدا زندہ اور صاحب علم ہے تو وہ اس بات کی بھی قدرت رکھتا ہے کہ تجھے تیرے شہر میں روزی دے سکے، پھر تو کیوں مال ودولت حاصل کرنے کے لئے یہاں آیا ہے اور یہاں پر اپنے وقت اور پیسوں کو خرچ کرتا ہے؟

شقیق سادھو کی باتیں سن کر خواب غفلت سے بیدار ہو گئے، اور دنیا پرستی سے کنارہ کشی کر لی، توبہ واستغفار کیا، چنانچہ اس کا شمار زمانہ کے بڑے عرفاء میں ہونے لگا۔

کہتے ہیں: میں نے 700 دانشوروں سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال کیا، سب نے دنیا کی مذمت کے بارے میں ہی بتایا: میں نے پوچھا عاقل کون ہے؟ جواب دیا: جو شخص دنیا کا عاشق نہ ہو، میں نے سوال کیا: ہوشیار کون ہے؟ جواب دیا: جو شخص دنیا (کی دولت) پر مغرور نہ ہو، میں نے سوال کیا: ثروتمند کون ہے؟ جواب ملا: جو شخص خدا کی عطا پر خوش رہے، میں نے معلوم کیا: نادار کون ہے؟ جواب دیا: جو شخص زیادہ طلب کرے، میں نے پوچھا: بخیل کون ہے؟ تو سب نے کہا: جو شخص حق خدا کو غریبوں اور محتاجوں تک نہ پہنچائے۔[2]

---

[1] روضات الجنات: 4، ص107۔

[2] روضات البیان: 2، ص179۔

فرشتے اور توبہ کرنے والوں کے گناہ

سورہ توبہ کی آیات کی تفسیر میں بیان ہوا ہے کہ فرشتے گناہگار کے گناہوں کو لوح محفوظ پر پیش کرتے ہیں، لیکن وہاں پر گناہوں کے بدلے حسنات اور نیکیاں دیکھتے ہیں، فوراً سجدہ میں گر جاتے ہیں، اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں: جو کچھ اس بندے نے انجام دیا تھا ہم نے وہی کچھ لکھا تھا لیکن اب ہمیہاں وہ نہیں دیکھ رہے ہیں! جواب آتا ہے: صحیح کہتے ہو، لیکن میرا بندہ شرمندہ اور پشیمان ہوگیا اور روتا ہوا گڑگڑاتا ہوا میرے در پر آگیا، میں نے اس کے گناہوں کو بخش دیا اور اس سے درگزر کیا، میں نے اس پر اپنا لطف وکرم نچھاور کردیا، میں اکرم الاکرمین ہوں۔ [۱]

گناہگار اور توبہ کی مہلت

جس وقت شیطان لعنت خدا کا مستحق قرار دیا گیا تو اس نے خداوندعالم سے روز قیامت تک کی مہلت مانگی، اللہ نے کہا: ٹھیک ہے مگر یہ مہلت لے کر تو کیا کرے گا؟ جواب دیا: پروردگارا! میں آخری وقت تک تیرے بندوں سے دور نہیں ہوں گا، یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر جائے، آواز آئی: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم، میں بھی اپنے بندوں کے لئے آخری وقت تک درِ توبہ کو بند نہیں کروں گا۔ [۲]

گناہگار اور توبہ کی امید

ایک نیک اور صالح شخص کو دیکھا گیا کہ بہت زیادہ گریہ وزاری کر رہا ہے، لوگوں نے گریہ وزاری کی وجہ پوچھی؟ تو اس نے کہا: اگر خداوندعالم مجھ سے یہ کہے کہ تجھے گناہوں کی وجہ سے گرم حمام میں ہمیشہ کے لئے قید کردوں گا، تو یہی کافی ہے کہ میری آنکھوں کے آنسو خشک نہ ہوں، لیکن کیا کیا جائے کہ اس نے گناہگاروں کو عذاب جہنم کا مستحق قرار دیا ہے، وہ جہنم جس کی آگ کو ہزار سال بھڑکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوئی، ہزار سال تک اس کو سفید کیا گیا، اور ہزار سال اس کو پھونکا گیا یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی، تو پھر میں اس میں کیسے رہ سکتا ہوں؟ اس عذاب سے نجات کی امید صرف خداوندعالم کی بارگاہ میں توبہ واستغفار اور عذرخواہی ہے۔ [۳]

ایک سچا آدمی اور توبہ کرنے والا چور

ابوعمر زجاجی ایک نیک اور صالح انسان تھے، موصوف کہتے ہیں کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا، ان کی میراث میں مجھے

---

[۱] روح البیان: 2، ص181۔

[۲] روضات البیان: 2، ص225

[۳] روضات البیان، ج2، ص235۔

ایک مکان ملا، میں نے اس مکان کو بیچ دیا اور حج کرنے کے لئے روانہ ہو گیا، جس وقت سر زمین نینو پر پہنچا تو ایک چور سامنے آیا اور مجھ سے کہا: کیا ہے تمہارے پاس؟

چنانچہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ سچائی اور صداقت ایک پسندیدہ چیز ہے، جس کا خداوند عالم نے حکم دیا ہے، اچھا ہے کہ اس چور سے بھی حقیقت اور سچ بات کھوں، چنانچہ میں نے کہا: میری تھیلی میں پچاس دینار سے زیادہ نہیں ہے، یہ سن کر اس چور نے کہا: لاؤ وہ تھیلی مجھے دو، میں نے وہ تھیلی اس کو دیدی، چنانچہ اس چور نے ان دینار کو گنا اور مجھے واپس کر دئے، میں نے اس سے کہا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں تمہارے پیسے لے جانا چاہتا تھا، لیکن تم تو مجھے لے چلے، اس کے چہرے پر شرمندگی اور پشیمانی کے آثار تھے، معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے اپنے گزشتہ حالات سے توبہ کر لی ہے، اپنے سواری سے اترا، اور مجھ سے سوار ہونے کے لئے کہا: میں نے کھا: مجھے سواری کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن اس نے اصرار کیا، چنانچہ میں سوار ہو گیا، وہ پیدل ہی میرے پیچھے پیچھے چل دیا، میقات پہنچ کر احرام باندھا، اور مسجد الحرام کی طرف روانہ ہوئے، اس نے حج کے تمام اعمال میرے ساتھ انجام دئے، اور وہیں پر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ [1]

ابوبصیر کا پڑوسی

ایک پڑوسی کو اپنے دوسرے پڑوسی کا خیال رکھنا چاہئے، بالکل ایک مہربان بھائی کی طرح، اس کی پریشانیوں میں مدد کرے، اس کی مشکلوں کو حل کرے، زمانہ کے حوادث، بگاڑ سدھار میں اس کا تعاون کرے، لیکن جناب ابوبصیر کا پڑوسی اس طرح نہیں تھا، اس کو بنی عباس کی حکومت سے بہت سا پیسہ ملتا تھا، اسی طرح اس نے بہت زیادہ دولت حاصل کر لی تھی۔ ابوبصیر کہتے ہیں: ہمارے پڑوسی کے یہاں چند ناچنے گانے والی کنیزیں تھی، اور ہمیشہ لھوولعب اور شراب خوری کے محفلیں ہوا کرتی تھیں جس میں اس کے دوسرے دوست بھی شریک ہوا کرتے تھے، میں چونکہ اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات کا تربیت یافتہ تھا، لہٰذا میں اس کی اس حرکت سے پریشان تھا، میرے ذہن میں پریشانی رہتی تھی، میرے لئے سخت ناگوار تھا، میں نے کئی مرتبہ اس سے نرم لہجہ میں کہا لیکن اس نے اَن سنی کر دی اور میری بات پر کوئی توجہ نہ دی، لیکن میں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوئی کوتاہی نہیں کی، اچانک ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہا: میں شیطان کے جال میں پھنسا ہوا ہوں، اگر آپ میری حالت اپنے مولا وآقا حضرت امام صادق علیہ السلام سے بیان کریں شاید وہ توجہ کریں اور میرے سلسلہ میں مسیحائی نظر ڈال کر مجھے اس گندگی، فساد اور بدبختی سے نجات دلائیں۔

ابوبصیر کہتے ہیں: میں نے اس کی باتوں کو سنا، اور قبول کر لیا، ایک مدت کے بعد جب میں مدینہ گیا اور امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا اور اس پڑوسی کے حالات امامؑ کو سنائے اور اس کے سلسلہ میں اپنی پریشانی کو بھی بیان کیا۔

---

[1] روضات البیان، ج2، ص235۔

تمام حالات سن کر امامؑ نے فرمایا: جب تم کوفہ پہنچنا تو وہ شخص تم سے ملنے کے لئے آئے گا، میری طرف سے اس سے کہنا: اگر اپنے تمام برے کاموں سے کنارہ کشی کر لو، لھوولعب کو ترک کردو، اور تمام گناہوں کو چھوڑ دو تو میں تمہاری جنت کا ضامن ہوں۔

ابوبصیر کہتے ہیں: جب میں کوفہ واپس آیا تو دوست واحباء ملنے کے لئے آئے، اور وہ شخص بھی آیا، کچھ دیر کے بعد جب وہ جانے لگا تو میں نے اس سے کہا: ذرا ٹھہر و! مجھے تم سے کچھ گفتگو کرنا ہے، جب سب لوگ چلے گئے، اور اس کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، تو میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام کا پیغام اس کو سنایا، اور مزید کہا: امام صادق علیہ السلام نے تجھے سلام کہلوایا ہے!

چنانچہ اس پڑوسی نے تعجب کے ساتھ سوال کیا: تمہیں خدا کی قسم! کیا واقعاً امام صادق علیہ السلام نے مجھے سلام کہلوایا ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی صورت میں وہ میرے لئے جنت کے ضامن ہیں!! میں نے قسم کھائی کہ امامؑ نے یہ پیغام مع سلام تمہارے لئے بھیجا ہے۔

اس نے کہا: یہ میرے لئے کافی ہے، چندروز کے بعد مجھے پیغام بھجوایا کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں، اس کے گھر پر گیا دق الباب کیا، وہ دروازہ کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا درحالیکہ اس کے بدن پر لباس نہیں تھا اور کہا: اے ابوبصیر! میرے پاس جو کچھ بھی تھا سب کو ان کے مالکوں تک پہنچادیا ہے، مال حرام سے سبکدوش ہو گیا ہوں، اور میں نے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔

میں نے اس کے لئے لباس کا انتظام کیا، اور کبھی کبھی اس سے ملاقات کے لئے جاتا رہا، اور اگر کوئی مشکل ہوتی تھی تو اُس کو بھی حل کرتا رہا، چنانچہ ایک روز مجھے پیغام بھجوایا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں، اس کی عیادت کے لئے گیا، چندروز تک بیمار رہا، ایک روز مرنے سے پہلے چند منٹ کے لئے بے ہوش ہو گیا، جیسے ہی ہوش آیا، مسکراتے ہوتے مجھ سے کہا: اے ابوبصیر امام صادق علیہ السلام نے اپنے وعدہ کو وفا کر دیا، اور یہ کہہ کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

ابوبصیر کہتے ہیں: میں اس سال حج کے لئے گیا، اعمال حج بجالانے کے بعد زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام صادق علیہ السلام سے ملاقات کے لئے مدینہ منورہ گیا، اور جب امامؑ سے ملاقات کے لئے مشرف ہوا تو میرا ایک پاؤں حجرہ کے اندر تھا اور ایک پاؤں حجرہ سے باہر اس وقت حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبصیر! ہم نے تمہارے پڑوسی کے بارے میں کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے![1]

ایک جیب کترے کی توبہ

حقیر (مؤلف) ایک شب قم میں فقیہ بزرگوار عارف باللہ، معلم اخلاق مرحوم حاج سید رضا بھاء الدینی کی نماز جماعت میں شریک تھا۔

نماز کے بعد موصوف کی خدمت میں عرض کیا: ہمارے لئے ہمیں کچھ وعظ ونصیحت فرمائے، چنانچہ موصوف نے جواب میں فرمایا: ہمیشہ خداوند عالم کی ذات پر امید کرو، اور اسی پر بھروسہ رکھو کیونکہ اس کا فیض وکرم دائمی ہے کسی کو بھی اپنی عنایت سے محروم

---

[1] کشف الغمہ، ج2، ص194؛ بحارالانوار ج14547، باب5، حدیث199۔

نہیں کرتا، کسی بھی ذریعہ اور بھانہ سے اپنے بندوں کی ہدایت اور امداد کا راستہ فراہم کر دیتا ہے۔

اس کے بعد موصوف نے ایک حیرت انگیز واقعہ سنایا: شہر ارومیہ میں ایک قافلہ سالار ہر سال مومنین کو زیارت کے لئے لے جایا کرتا تھا:

اس وقت گاڑیاں نئی نئی چلیں تھیں، یہ گاڑیاں ٹرک کی طرح ہوتی تھیں جس پر مسافر اور سامان ایک ساتھ ہی ہوتا تھا، ایک کونے میں سامان رکھا جاتا تھا اور وہیں مسافر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

وہ قافلہ سالار کہتا ہیں: اس سال حضرت امام رضاؑ کی زیارت کے لئے جانے والے تقریباً30 مومنین نے نام لکھوا رکھا تھا، پروگرام طے ہوا کہ آئندہ ہفتہ کے شروع میں یہ قافلہ روانہ ہو جائے گا۔

میں نے شب چہارشنبہ حضرت امام رضاؑ کو خواب میں دیکھا کہ ایک خاص محبت کے ساتھ مجھ سے فرما رہے ہیں: اس سفر میں ابراہیم جیب کترے کو بھی لے کر آنا، میں نیند سے بیدار ہوا تو بہت تعجب ہوا کہ کیوں امامؑ اس مرتبہ اس فاسق وفاجر اور جیب کترے کو (جو لوگوں کے درمیان بہت زیادہ بدنام ہے) اپنی بارگاہ کی دعوت فرما رہے ہیں، میں نے سوچا کہ یہ میرا خواب صحیح نہیں ہے، لیکن دوسری رات میں نے پھر وہی خواب دیکھا، نہ کم نہ زیادہ، لیکن اس دن بھی میں نے اس خواب پر توجہ نہیں کی، تیسری رات میں نے حضرت امام رضاؑ کو عالم رویا میں قدرے ناراحت دیکھا اور ایک خاص انداز میں مجھ سے فرما رہے ہیں: کیوں اس سلسلہ میں کوئی قدم نہیں اٹھاتے ہو؟

بہر حال میں جمعہ کے دن اس جگہ گیا جہاں پر فاسد اور گناہگار لوگ جمع ہوتے تھے ان کے درمیان ابراہیم کو ڈھونڈا، سلام کیا اور اس سے مشہد مقدس کی زیارت کرنے کے لئے کہا، لیکن جیسے ہی میں نے مشہد کی زیارت کے لئے کہا تو اس کو بہت تعجب ہوا اور مجھ سے کہا: امام رضاؑ کا حرم مجھ جیسے گندے لوگوں کی جگہ نہیں ہے، وہاں پر تو پاک وپاکیزہ اور صاحبان دل جاتے ہیں، مجھے اس سفر سے معاف فرمائیں، میں نے بہت اصرار کیا لیکن وہ نہ مانا، آخر کار اس نے غصہ میں کہا: میرے پاس سفر کے اخراجات کے لئے پیسے بھی تو نہیں ہیں!! میرے پاس یہی 30 ریال ہیں اور یہ بھی ایک بڑھیا کی جیب سے نکالے ہوتے ہیں! یہ سن کر میں اس سے کہا: اے برادر! میں تجھ سے سفر کا خرچ نہیں لوں گا، تمہارے آنے جانے کا خرچ میرے ذمہ ہے۔

یہ سن کر اس نے قبول کر لیا، اور مشہد جانے کے لئے تیار ہو گیا، ہم نے بروز اتوار قافلہ کی روانگی کا اعلان کر دیا۔

چنانچہ حسب پروگرام قافلہ روانہ ہو گیا، ابراہیم جیسے جیب کترے کے ساتھ ہونے پر دوسرے زائرین تعجب کر رہے تھے، لیکن کسی نے اس کے بارے میں سوال کرنے کی ہمت نہ کی۔

ہماری گاڑی کچی سڑک پر روانہ تھی، اور جب زیدر نامی مقام پر پہنچی جو ایک خطرناک جگہ تھی، اور وہاں اکثر زائرین پر راہزنوں کا حملہ ہوتا تھا، دیکھا کہ راہزنوں نے سڑک کو تنگ کر دیا اور ہماری گاڑی کے آگے کھڑے ہو گئے، پھر ایک ڈاکو گاڑی میں گھس آیا، اور تمام زائرین کو دھمکی دی: جو کچھ بھی کسی کے پاس ہے وہ اس تھیلے میں ڈال دے، اور کوئی ہم سے الجھنے کی کوشش نہ

کرے، ورنہ تو اس کو مار ڈالوں گا!

وہ تمام زائرین اور ڈرائیور کے سارے پیسے لے کر چلتا بنا۔

گاڑی دوبارہ چل پڑی، اور ایک چائے کے ہوٹل پر جا رکی، زائرین گاڑی سے اترے اور غم واندوہ کے عالم میں ایک دوسرے کے پاس بیٹھ گئے، سب سے زیادہ ڈرائیور پریشان تھا، وہ کہتا تھا: میرے پاس نہ یہ کہ اپنے خرچ کے لئے بھی پیسہ نہیں رہے بلکہ پٹرول کے لئے بھی پیسے نہیں ہیں، اب کس طرح مشہد تک پہنچا جائے گا، یہ کہہ کر وہ رونے لگا، اس حیرت و پریشانی کے عالم میں اس ابراہیم جیب کترے نے ڈرائیور سے کہا: تمہارے کتنے پیسے وہ ڈاکو لے گیا ہے؟ ڈرائیور نے بتایا اتنے پیسہ میرے گئے ہیں، ابراہیم نے اس کو اتنے پیسے دیدئے، پھر اسی طرح تمام مسافروں کے جتنے جتنے پیسہ چوری ہوتے تھے سب سے معلوم کر کے ان کو دیدئے، آخر میں اس کے پاس 30 ریال باقی بچے، اور کہا کہ یہ پیسے میرے ہیں، جو چوری ہوتے تھے، سب نے تعجب سے سوال کیا: یہ سارے پیسے تمہارے پاس کہاں سے آئے؟ اس نے کہا: جس وقت اس ڈاکو نے تم سب لوگوں کے پیسے لے لئے اور مطمئن ہو کر واپس جانے لگا، تو میں نے آرام سے اس کے پیسے نکال لئے، اور پھر گاڑی چل دی، اور ہم یہاں تک پہنچ گئے ہیں، یہ تمام پیسہ آپ ہی لوگوں کے ہیں۔

قافلہ سالار کہتا ہے: میں زور زور سے رونے لگا، یہ دیکھ کر ابراہیم نے مجھ سے کہا: تمہارے پیسے تو واپس مل گئے، اب کیوں روتے ہو؟! میں نے اپنا وہ خواب بیان کیا جو تین دن تک مسلسل دیکھتا رہا تھا اور کہا کہ مجھے خواب کا فلسفہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، لیکن اب معلوم ہوگیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی دعوت کس وجہ سے تھی، امامؑ نے تیرے ذریعہ سے ہم سے یہ خطرہ ڈال دیا ہے۔

یہ سن کر ابراہیم کی حالت بدل گئی، اس کے اندر ایک عجیب وغریب انقلاب پیدا ہوگیا، وہ زور زور سے رونے لگا، یہاں تک کہ سلام نامی پہاڑی آگئی کہ جہاں سے حضرت امام رضا علیہ السلام کا روضہ دکھائی دیتا ہے، وہاں پہنچ کر ابراہیم نے کہا: میری گردن میں زنجیر باندھ دی جائے، اور حرم امام رضا علیہ السلام میں اسی طرح لے جایا جائے، چنانچہ جیسے جیسے وہ کہتا رہا ہم لوگ انجام دیتے رہے، جب تک ہم لوگ مشہد میں رہے اس کی یہی حالت رہی، واقعاً عجیب طریقہ سے توبہ کی، اس بڑھیا کے پیسے امام رضا علیہ السلام کی ضریح میں ڈال دئے، امام رضا علیہ السلام کو شفیع قرار دیا تا کہ اس کے گناہ معاف ہوجائیں، تمام زائرین اس کی حالت پر رشک کر رہے تھے، ہمارا سفر بخیر وخوشی تمام ہوا، تمام لوگ ارومیہ پلٹ گئے لیکن وہ تائب دیار یار میں رہ گیا!

توسّل اور توبہ

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: میں مسجد الحرام میں مقام ابراہیم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک ایسا بوڑھا شخص آیا جس نے اپنی ساری عمر گناہوں میں بسر کی تھی، مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا:

نِعْمَ الشَّفیعُ اِلَی اللهِ لِلْمُذْنِبِینَ۔

آپ خدا کے نزدیک گناہگاروں کے لئے بہترین شفیع ہیں۔

اور پھر اس نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑا اور درج ذیل مضمون کے اشعار پڑھے:

اے خدائے مہربان! چھٹے امام کے جد بزرگوار کا واسطہ، قرآن کا واسطہ، علی کا واسطہ، حسن وحسین کا واسطہ، فاطمہ زہرا کا واسطہ، ائمہ معصومین علیہم السلام کا واسطہ، امام مہدی علیہ السلام کا واسطہ، اپنے گناہگار بندے کے گناہوں کو معاف فرما!

اس وقت ھاتف غیبی کی آواز آئی:

اے پیرمرد! اگرچہ تیرے گناہ عظیم ہیں لیکن ان ذوات مقدسہ کی عظمت کے طفیل میں جن کی تو نے قسم دی ہے، میں نے تجھے معاف کردیا، اگر تو تمام اہل زمین کے گناہوں کی بخشش کی درخواست کرتا تو معاف کر دیتا، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ناقہ صالح اور انبیاء وائمہ کو قتل کیا ہے۔[1]

شراب خور اور توبہ

مرحوم فیض کاشانی، جو خود فیض ودانش کا سرچشمہ اور بصیرت کا مرکز تھے موصوف اپنی عظیم الشان کتاب محجۃ البیضاء میں نقل کرتے ہیں:

ایک شراب خوار شخص تھا جس کے یہاں گناہ ومعصیت کی محفل سجائی جاتی تھی، ایک روز اس نے اپنے دوستوں کو شراب خوری اور لھوولعب کے لئے دعوت دی اور اپنے غلام کو چار درہم دیئے تا کہ وہ بازار سے کچھ کھانے پینے کا سامان خرید لائے۔

غلام راستہ میں چلا جارہا تھا کہ اس نے دیکھا منصور بن عمار کی نشست ہورہی ہے، سوچا کہ دیکھوں منصور بن عمار کیا کہہ رہے ہیں؟ تو اس نے سنا کہ عمار اپنے پاس بیٹھنے والوں سے کچھ طلب کررہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کون ہے جو مجھے چار درہم دے تا کہ میں اس کے لئے چار دعائیں کروں؟ غلام نے سوچا کہ ان معصیت کاروں کے لئے طعام وشراب خریدنے سے بہتر ہے کہ یہ چار درہم منصور بن عمار کو دیدوں تا کہ میرے حق میں چار دعائیں کردیں۔

یہ سوچ کر اس نے وہ چار درہم منصور کو دیتے ہوتے کہا: میرے حق میں چار دعائیں کردو، اس وقت منصور نے سوال کیا کہ تمہاری دعائیں کیا کیا ہیں بیان کرو، اس نے کہا: پہلی دعا یہ کرو کہ خدا مجھے غلامی کی زندگی سے آزاد کردے، دوسری دعا یہ ہے کہ میرے مالک کو توبہ کی توفیق دے، اور تیسری دعا یہ کہ یہ چار درہم مجھے واپس مل جائیں، اور چوتھی دعا یہ کہ مجھے اور میرے مالک اور اس کے اہل مجلس کو معاف کردے۔

چنانچہ منصور نے یہ چار دعائیں اس کے حق میں کیں اور وہ غلام خالی ہاتھ اپنے آقا کے پاس چلا گیا۔

اس کے آقا نے کہا: کہاں تھے؟ غلام نے کہا: میں نے چار درہم دے کر چار دعائیں خریدی ہیں، تو آقا نے سوال کیا وہ

---

[1] بحارالانوار:2891، باب28، حدیث:14؛ مستدرک الوسائل:2305، باب35، حدیث 5762

چار دعائیں کیا کیا ہیں کیا بیان تو کر؟ تو غلام نے کہا: پہلی دعا یہ تھی کہ میں آزاد ہو جاؤں، تو اس کے آقا نے کہا جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو، اس نے کہا: دوسری دعا یہ تھی کہ میرے آقا کو توبہ کی توفیق ہو، اس وقت آقا نے کہا: میں توبہ کرتا ہوں، اس نے کہا: تیسری دعا یہ کہ ان چار درہم کے بدلے مجھے چار درہم مل جائیں، چنانچہ یہ سن کر اس کے آقا نے چار درہم عنایت کر دئے، اس نے کہا: چوتھی دعا یہ کہ خدا مجھے، میرے مالک اور اس کے اہل محفل کو بخش دے، یہ سن کر اس کے آقا نے کہا: جو کچھ میرے اختیار میں تھا میں نے اس کو انجام دیا، تیری، میری اور اہل مجلس کی بخشش میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ چنانچہ اسی رات اس نے خواب میں دیکھا کہ ھاتف غیبی کی آواز آئی کہ اے میرے بندے! تو نے اپنے فقر و ناداری کے باوجود اپنے وظیفہ پر عمل کیا، کیا ہم اپنے بے انتہا کرم کے باوجود اپنے وظیفہ پر عمل نہ کریں، ہم نے تجھے، تیرے غلام اور تمام اہل مجلس کو بخش دیا۔[1]

آہ، ایک سودمند تائب

ایک ولی خدا کے زمانہ میں ایک شخص بہت زیادہ گناہگار تھا جس نے اپنی تمام زندگی لھو ولعب اور بے ہودہ چیزوں میں گزاری تھی اور آخرت کے لئے کچھ بھی زادہ راہ جمع نہ کی۔

نیک اور صالح لوگوں نے اس سے دوری اختیار کر لی، اور وہ نیک لوگوں سے کوئی سروکار نہ رکھتا تھا، آخر عمر میں اس نے جب اپنے کارناموں کو ملاحظہ کیا اور اپنی عمر کا ایک جائزہ لیا، اسے امید کی کرن نہ ملی، باغ عمل میں کوئی شاخ گل نہ تھی، گلستان اخلاق میں شفا بخش کوئی پھول نہ تھا، یہ دیکھ کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور دل کے ایک گوشے سے آہ نکل پڑی، اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، توبہ اور استغفار کے عنوان سے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

يَامَنْ لَهُ الدُّنْيَا وَالآخِرَةُ إِرْحَمْ مَنْ لَيسَ لَهُ الدُّنْيَا وَالآخِرَةُ۔

اے وہ جو دنیا و آخرت کا مالک ہے، اس شخص کے اوپر رحم کر جس کے پاس نہ دنیا ہے اور نہ آخرت۔

اس کے مرنے کے بعد شہر والوں نے خوشی منائی اور اس کو شہر سے باہر کسی کھنڈر میں پھینک دیا اور اس کے اوپر گھاس پھوس ڈال دی۔

اسی موقع پر ایک ولی خدا کو عالم خواب میں حکم ہوا کہ اس کو غسل و کفن دو اور متقی افراد کے قبرستان میں دفن کرو۔

عرض کیا: اے دو جہاں کے مالک! وہ ایک مشہور و معروف گناہگار و بدکار تھا، وہ کس چیز کی وجہ سے تیرے نزدیک عزیز اور محبوب بن گیا اور تیری رحمت و مغفرت کے دائرہ میں آ گیا ہے؟ جواب آیا:

اس نے اپنے کو مفلس اور دردمند دیکھا تو ہماری بارگاہ میں گریہ وزاری کیا، ہم نے اس کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا ہے۔

---

[1] محجۃ البیضاء: ج7، ص267، کتاب الخوف والرجاء۔

کون ایسا دردمند ہے جس کے درد کا ہم نے علاج نہ کیا ہو اور کون ایسا حاجت مند ہے جو ہماری بارگاہ میں روئے اور ہم اس کی حاجت پوری نہ کریں، کون ایسا بیمار ہے جس نے ہماری بارگاہ میں گریہ وزاری کیا ہو اور ہم نے اس کو شفا نہ دی ہو؟[1]

توبہ کے ذریعہ مشکلات کا دور ہونا

جابر جعفی مکتب اہل بیت علیہم السلام کے معتبر ترین راویوں میں سے تھے، وہ حضرت رسول اکرم سے روایت کرتے ہیں: تین مسافر سفر کرتے ہوتے ایک پہاڑ کی غار میں پہنچے، وہاں پر عبادت میں مشغول ہو گئے، اچانک ایک پتھر اوپر سے لڑھک کر غار کے دھانے پر آ لگا اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دروازہ بند کرنے کے لئے ہی بنایا گیا ہو، چنانچہ ان لوگوں کو وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ دکھائی نہ دیا!

پریشان ہو کر یہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے: خدا کی قسم یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، مگر یہ کہ خدا ہی کوئی لطف وکرم فرمائے، کوئی نیک کام کریں، خلوص کے ساتھ دعا کریں اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔

ان میں سے پہلا شخص کہتا ہے: پالنے والے! تو (تو جانتا ہے) کہ میں ایک خوبصورت عورت کا عاشق ہو گیا تھا بہت زیادہ مال ودولت اس کو دیا تاکہ وہ میرے ساتھ آجائے، لیکن جونہی اس کے پاس گیا، دوزخ کی یاد آگئی جس کے نتیجہ میں اس سے الگ ہو گیا؛ پالنے والے! اسی عمل کا واسطہ ہم سے اس مصیبت کو دور فرما اور ہمارے لئے نجات کا سامان فراہم فرمادے، بس جیسے ہی اس نے یہ کہا تو وہ پتھر تھوڑا سا کھسک گیا ہے۔

دوسرے نے کہا: پالنے والے! تو جانتا ہے کہ ایک روز میں کھیتوں میں کام کرنے کے لئے کچھ مزدور لایا، آدھا درہم ان کی مزدوری معین کی، غروب کے وقت ان میں سے ایک نے کہا: میں نے دو مزدوروں کے برابر کام کیا ہے لہٰذا مجھے ایک درہم دیجئے، میں نے نہیں دیا، وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلا گیا، میں نے اس آدھے درہم کا زمین میں بیج ڈالدیا، اور اس سال بہت برکت ہوئی۔ ایک روز وہ مزدور آیا اور اس نے اپنی مزدوری کا مطالبہ کیا، تو میں نے اس کو اٹھارہ ہزار درہم دیئے جو میں نے اس زراعت سے حاصل کئے تھے، اور چند سال تک اس رقم کو رکھے ہوتے تھا، اور یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے انجام دیا تھا، تجھے اسی کام کا واسطہ ہم کو نجات دیدے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا اور کھسک گیا۔

تیسرے نے کہا: پالنے والے! (تو خوب جانتا ہے کہ) ایک روز میرے ماں باپ سو رہے تھے میں ان کے لئے کسی ظرف میں دودھ لے کر گیا، میں نے سوچا کہ اگر یہ دودھ کا ظرف زمین پر رکھ دوں تو کہیں والدین جاگ نہ جائیں، اور میں نے ان کو خود نہیں اٹھایا بلکہ وہ دودھ کا ظرف لئے کھڑا رہا یہاں تک کہ وہ خود سے بیدار ہوں۔ پالنے والے تو خوب جانتا ہے کہ میں نے

---

[1] منہج الصادقین، ج8 ص110۔

وہ کام اور وہ زحمت صرف تیری رضا کے لئے اٹھائی تھی، پالنے والے اسی کام کے صدقہ میں ہمیں اس مصیبت سے نجات دیدے۔
چنانچہ اس شخص کی دعا سے پتھر اور کھسکا اور یہ تینوں اس غار سے باہر نکل آئے۔[1]

عجیب اخلاق اور عجیب انجام

دور حاضر کی گرانقدر تفسیر المیز ان کے فارسی مترجم استاد بزرگوار حضرت آقای سید محمد باقر موسوی ھمدانی صاحب نے 16 شوال بروز جمعہ 9 بجے صبح اس خاکسار سے بیان فرمایا:

گنداب (ھمدان) علاقہ میں ایک شرابی اور بدمعاش شخص تھا جس کا نام علی گندابی تھا۔

اگر چہ یہ دینی مسائل پر کوئی توجہ نہیں رکھتا تھا اور ہمیشہ بدمعاشوں اور گناہگاروں کے ساتھ رہتا تھا، لیکن بعض اخلاقی چیزیں اس میں نمایاں تھی۔

ایک روز شہر کے بہترین علاقے میں اپنے ایک دوست کے ساتھ چائے کے ہوٹل میں بینچ پر چائے پینے کے لئے بیٹھا ہوا تھا۔

اس کے صحت مند جسم اور خوبصورت چہرہ میں نھایت کشش پائی جاتی تھی۔

مخملی ٹوپی لگائے ہوتے تھا جس سے اس کی خوبصورتی میں مزید نکھار آیا ہوا تھا، لیکن اچانک اس نے اپنی ٹوپی سر سے اتاری اور پیروں کے نیچے مسلنے لگا، اس کے دوست نے کہا: ارے! تم یہ کیا کرر ہے ہو؟ جواب دیا: ذرا ٹھہر و، اتنے بے صبرے مت بنو، بہرحال تھوڑی دیر بعد اس نے ٹوپی کو اٹھایا اور پھر اوڑھ لی۔ اور کہا: اے میرے دوست ابھی ایک شوہر دار جوان عورت یہاں سے گزر رہی تھی اگر مجھے اس ٹوپی کے ساتھ دیکھتی تو شاید یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتی کہ یہ شخص تو میرے شوہر سے بھی زیادہ خوبصورت ہے، اور وہ اپنے شوہر سے خشک رویہ اختیار کرتی، میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنی اس چمک دار ٹوپی کی وجہ سے ایک میاں بیوی کے تعلقات کو تلخ کردوں۔

ہمدان میں ایک مشہور ومعروف ذاکر جناب شیخ حسن بھی تھے جو واقعاً ایک متقی اور دیندار شخصیت تھے، موصوف فرماتے ہیں: حقیر عاشور کے دن عصر کے وقت حصار نامی محلہ میں مجلس پڑھنے کے لئے گیا ہوا تھا لیکن واپسی میں دیر ہوگئی شہر کے دروازہ پر پہنچا تو دروازہ بند ہو چکا تھا، میں نے دروزاہ کھٹکھٹایا تو علی گندابی کی آواز سنی جو شراب کے نشہ میں مست تھا اور زور زور کہہ رہا تھا: کون ہے کون ہے؟

میں نے کہا: میں شیخ حسن ذاکر حسین علیہ السلام ہوں، چنانچہ اس نے دروازہ کھولا اور چلا کر کہا: اتنے وقت کہاں تھے؟ میں نے کہا: حصار محلہ میں امام حسین علیہ السلام کی مجلس پڑھنے کے لئے گیا ہوا تھا، یہ سن کر اس نے کہا: میرے لئے بھی مجلس پڑھو، میں نے

---

[1] نور الثقلین، ج3 ص249۔

کہا: مجلس کے لئے منبر اور سننے والے مجمع کی ضرورت ہوتی ہے، اس نے کہا: یہاں پر سب چیزیں موجود ہیں، اس کے بعد وہ شخص سجدہ کی حالت میں ہوا اور کہا: میری پیٹھ منبر ہے اور میں سننے والا ہوں، میری پیٹھ پر بیٹھ کر قمر بنی ہاشم حضرت عباس کے مصائب پڑھو!

خوف کی وجہ سے کوئی چارہ کار نہ تھا اس کی پیٹھ پر بیٹھا اور مجلس پڑھنے لگا، چنانچہ اس نے بہت گریہ کیا، اس کا رونا دیکھ کر میری بھی عجیب حالت ہوگئی، زندگی بھر ایسی حالت نہیں ہوئی تھی، مجلس ختم ہوتے ہی اس کی مستی بھی ختم ہوگئی، اس کے اندر ایک عجیب وغریب انقلاب پیدا ہو چکا تھا!

اس مجلس، گریہ وزاری اور توسل کی برکت سے وہ شخص عتبات عالیہ کی زیارت کے لئے عراق گیا، ائمہ علیہم السلام کی زیارت کی اور اس کے بعد نجف اشرف پہنچا۔

اس زمانہ میں مرزا شیرازی (جنہوں نے تنبا کو کی حرمت کا فتویٰ صادر کیا تھا) نجف اشرف میں قیام پذیر تھے، علی گندابی مرزا شیرازی کی نماز جماعت میں شرکت کیا کرتا تھا اور بالکل ان ہیں کے پیچھے اپنا مصلیٰ بچھایا کرتا تھا، اور مدتوں تک اس عظیم الشان مرجع تقلید کی نماز جماعت میں شرکت کرتا رہا۔

ایک روز نماز مغرب وعشاء کے درمیان مرزا شیرازی کو خبر دی گئی کہ فلاں عالم دین کا انتقال ہوگیا، چنانچہ یہ خبر سن کر موصوف نے حکم دیا کہ حرم امام علی علیہ السلام سے متصل دالان میں ان کو دفن کیا جائے، فوراً ہی ان کے لئے قبر تیار کی گئی، لیکن نماز عشاء کے بعد لوگوں نے آکر مرزا شیرازی کو خبر دی: گویا اس عالم دین کو سکتہ ہوا تھا اور اب الحمد للہ ہوش آگیا ہے، لیکن اچانک علی گندابی جانماز پر بیٹھے بیٹھے اس دنیا سے چل بسے، یہ دیکھ کر مرزا شیرازی نے کہا: علی گندابی کو اسی قبر میں دفن کردیا جائے! (شاید یہ اسی کے لئے یہ قبر بنی تھی۔)

ایک کفن چور کی توبہ

معاذ بن جبل روتے ہوتے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آنحضرت کو سلام کیا، آپ نے جواب سلام دیتے ہوتے فرمایا: تمہارے رونے کی وجہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ایک خوبصورت جوان مسجد کے پاس کھڑا ہوا اس طرح رو رہا ہے جیسے اس کی ماں مرگئی ہو، وہ چاہتا ہے آپ سے ملاقات کرے، چنانچہ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو مسجد میں بھیج دو، وہ جوان مسجد میں داخل ہوا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، آنحضرت نے جواب سلام دیا اور فرمایا: اے جوان! رونے کی وجہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: میں کیوں نہ روؤں حالانکہ میں نے ایسے ایسے گناہ انجام دیئے ہیں کہ خداوندعالم ان میں سے بعض کی وجہ سے مجھے جہنم میں بھیج سکتا ہے، میں تو یہ مانتا ہوں کہ مجھے میرے گناہوں کے بدلے دردناک عذاب دیا جائے اور خداوندعالم مجھے بالکل معاف نہیں کرسکتا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے خدا کے ساتھ شرک کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، میں شرک سے پناہ چاہتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: کیا کسی نفس محترمہ کا قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: خداوندعالم تیرے گناہوں کو بخش دے گا اگرچہ بڑے بڑے پہاڑوں کے برابر ہیکیوں نہ ہو، اس نے کہا: میرے گناہ بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی بڑے ہیں، اس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: خداوندعالم تیرے گناہوں کو ضرور بخش دے گا چاہے وہ ساتوں زمین، دریا، درخت، ذرات اور زمین میں دوسری موجوات کے برابر ہیکیوں نہ ہوں، بے شک تیرے گناہ قابل بخشش ہیں اگرچہ آسمان، ستاروں اورعرش وکرسی کے برابر ہیکیوں نہ ہوں! اس نے عرض کیا: میرے گناہ ان تمام چیزوں سے بھی بڑے ہیں! پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غیض کے عالم میں اسے دیکھا اور فرمایا: اے جوان! تیرے او پر افسوس ہے! کیا تیرے گناہ زیادہ بڑے ہیں یا تیرا خدا؟

یہ سن کر وہ جوان سجدے میں گر پڑا اور کہا: پاک و پاکیزہ ہے میرا پروردگار، یا رسول اللہ! اس سے بزرگتر تو کوئی نہیں ہے، میرا خدا تو ہر عظیم سے عظیم تر ہے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: کیا بڑے گناہوں کو خدائے بزرگ کے علاوہ بھی کوئی معاف کرسکتا ہے؟ اس جوان نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! قسم بخدا نہیں، اور اس کے بعد وہ خاموش ہوگیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے جوان وائے ہو تجھ پر! کیا تو مجھے اپنے گناہوں میں سے کسی ایک گناہ کو بتاسکتا ہے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں، میں سات سال سے قبروں کو کھول کر مردوں کو باہر نکالتا ہوں اوران کا کفن چوری کر لیتا ہوں!

قبیلہ انصار سے ایک لڑکی کا انتقال ہوا، جب لوگ اس کو دفن کر کے واپس آ گئے، میں رات میں گیا، اس کو باہر نکالا، اور اس کا کفن نکال لیا، اس کو برہنہ ہی قبر میں چھوڑ دیا، جب میں واپس لوٹ رہا تھا شیطان نے مجھے ورغلایا، اوراس کے لئے میری شہوت کوابھارا، شیطانی وسوسہ نے اس کے بدن اور خوبصورتی نے مجھے اپنے جال میں پھنسالیا یہاں تک نفس غالب آ گیا اور واپس لوٹا اور جو کام نہیں کرنا چاہئے تھا وہ کر بیٹھا!!

اس وقت گویا میں نے ایک آواز سنی: اے جوان! روز قیامت کے مالک کی طرف سے تجھ پر وائے ہو! جس دن تجھے اور مجھے اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، ھائے تو نے مجھے مردوں کے درمیان برہنہ کر دیا ہے، مجھے قبر سے نکالا، میرا کفن لے چلا اور مجھے جنابت کی حالت میں چھوڑ دیا، میں اسی حالت میں روز قیامت محشور کی جاؤں گی، وائے ہو تجھ پر آتش جہنم کی!

یہ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بلند آواز میں پکارا: اے فاسق! یہاں سے دور چلا جا، ڈرتا ہوں کہ تیرے عذاب میں میں بھی جل جاؤں! تو آتش جہنم سے کتنا نزدیک ہے؟!

وہ شخص مسجد سے باہر نکلا، کچھ کھانے پینے کا سامان لیا اور شہر سے باہر پہاڑ کی طرف چل دیا، حالانکہ موٹا اور کھردرا کپڑا پہنے ہوتے تھا، اوراپنے دونوں ھاتھوں کو اپنی گردن سے باندہے ہوتے تھا اور پکارتا جا تا تھا: خداوندا! یہ بھلول تیرا بندہ ہے، ہاتھ بندہے تیری بارگاہ میں حاضر ہے۔ پالنے والے! تو مجھے جانتا ہے، میرے گناہوں کو بھی جانتا ہے، میں آج تیرے پشیمان بندوں کے قافلہ میں ہوں، توبہ کے لئے تیرے پیغمبر کے پاس گیا تھا لیکن اس نے بھی مجھے دور کر دیا ہے، پالنے والے تجھے تیری عزت و

جلال اور سلطنت کا واسطہ کہ مجھے ناامید نہ کرنا، اے میرے مولا وآقا! میری دعا کو ردّ نہ کرنا اور اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا۔

وہ چالیس دن تک دعا ومناجات اور گریہ وزاری کرتا رہا، جنگل کے درندے اور حیوانات اس کے رونے سے روتے تھے! جب چالیس دن ہوگئے تو اپنے دونوں ھاتھوں کو بلند کرکے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: پالنے والے! اگر میری دعا قبول اور میرے گناہ بخش دیئے گئے ہوں تو اپنے پیغمبر کو اس کی خبر دے دے، اور اگر میری دعا قبول نہ ہوئی ہو اور میرے گناہ بخشے نہ گئے ہوں نیز مجھ پر عذاب کرنے کا ارادہ ہو تو میرے اوپر آتش نازل فرما تاکہ میں جل جاؤں یا کسی دوسری عقوبت میں مبتلا کردے تاکہ میں ہلاک ہوجاؤں، بہرحال قیامت کی ذلت ورسوائی سے مجھے نجات دیدے۔

چنانچہ اس موقع پر درج ذیل آیات نازل ہوئیں:

"وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۣ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ"۔ [1]

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی نمایاں گناہ کرتے ہیں یا اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں تو خدا کو یاد کرکے اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہیں اور خدا کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اور وہ اپنے کئے پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔

"اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْھَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ"۔ [2]

یہی وہ لوگ ہیں جن کی جزا مغفرت ہے اور وہ جنت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں اور عمل کرنے کی یہ جزا بہترین جزا ہے۔

ان دونوں آیتوں کے نزول کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوتے ان دو آیتوں کی تلاوت فرماتے ہوتے باہر تشریف لائے اور فرمایا: کوئی ہے جو مجھے اس توبہ کرنے والے جوان تک پہنچائے؟

معاذ بن جبل کہتے ہیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ جوان مدینہ سے باہر پہاڑوں میں چھپا ہوا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ پہاڑ تک گئے لیکن جب وہ نہ ملا تو پھر پہاڑ کی بلندی پر پہنچے تو اس کو دو پتھروں کے درمیان دیکھا کہ اپنے دونوں ہاتھ گردن سے باندھے ہوتے ہے، گرمی کی شدت سے اس کے چہرہ کا رنگ سیاہ ہوگیا ہے، زیادہ رونے سے اس کی پلکیں گرچکی ہیں اور کہتا جاتا ہے: اے میرے مولا وآقا! میری پیدائش اچھی قرار دی، میرا چہرہ خوبصورت بنایا، میں نہیں جانتا کہ میرے متعلق تیرا کیا ارادہ ہے، کیا مجھے آتش جہنم میں جگہ دے گا یا اپنے جوار رحمت میں جگہ دے گا؟

خدایا! پروردگار! تونے مجھ پر بہت احسان کئے ہیں اس ناچیز بندے پر تیری نعمتیں سایہ فگن ہیں، میں نہیں جانتا کہ میرا

[1] سورۂ آل عمران آیت 135

[2] سورۂ آل عمران آیت 136۔

انجام کیا ہوگا، کیا مجھے بہشت میں رکھے گا یا آتش جہنم میں ڈالے گا؟

خدایا! میرے گناہ زمین وآسمان، عرش وکرسی سے بڑے ہیں، میں نہیں جانتا میرے گناہ کو بخش دے گا، یا روز قیامت مجھے ذلیل وخوار کرے گا۔اس کی زبان پر یہی کلمات جاری ہیں، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں، اوراپنے سر پر خاک ڈالتا جاتا ہے، حیوانات اس کے اردگرد جمع ہیں، پرندوں نے اس کے اوپر سایہ کیا ہوا ہے، اوراس کے ساتھ رورہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے نزدیک آئے اس کے ھاتھوں کو کھولا، اس کے چہرہ کو صاف کیا اور فرمایا: اے بھلول! تجھے بشارت ہو کہ خداوندعالم نے تجھے آتش جہنم سے آزاد کردیا ہے، اوراس کے بعد اصحاب کی طرف رخ کیا اور فرمایا: جس طرح بھلول نے گناہوں کی تلافی کی ہے تم بھی اسی طرح اپنے گناہوں کا جبران اور تلافی کرو، اور اس کے بعدان دونوں آیات کی تلاوت کی، اور بھلول کو بہشت کی بشارت دی۔ [1]

فضیل عیاض کی توبہ

فضیل اگرچہ شروع میں ایک راہزن تھا اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے قافلوں کو روک کر ان کا مال ودولت چھین لیا کرتا تھا، لیکن فضیل کی مروت وہمت بلندتھی، اگر قافلہ میں کوئی عورت ہوتی تھی تو اس کا سامان نہیں لیتا تھا، اسی طرح اگر کسی کے پاس کم مال ہوتا تھا اس کو بھی نہیں لیتا تھا، اورجن سے مال ودولت لیتا بھی تھا ان کے پاس کچھ چیزیں چھوڑ دیتا تھا، اسی طرح خدا کی عبادت سے بھی منہ نہیں موڑتا تھا، نماز وروزہ سے غافل نہیں تھا، فضیل کے توبہ کے سلسلہ میں یوں رقمطراز ہے:

فضیل، ایک عورت کا عاشق تھا لیکن اس تک رسائی نہ ہوتی تھی، کبھی کبھی اس عورت کے گھر کے پاس کی دیوار کے پاس جاتا تھا اوراس کی خاطر گریہ وزاری اور نالہ وفریاد کیا کرتا تھا، ایک رات کا واقعہ ہے کہ ایک قافلہ وہاں سے گزر رہا تھا اوراس قافلہ میں ایک شخص قرآن پڑھ رہا تھا چنانچہ اس نے جب یہ آیت پڑھی:

"اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔۔۔"۔ [2]

کیا صاحبان ایمان کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل ذکر خدا اوراس کی طرف سے نازل ہونے والے حق کے لئے نرم ہوجائیں۔

فضیل اس آیت کو سن کر دیوار سے گر پڑے اور کہا: پالنے والے! کیوں نہیں وہ وقت آگیا بلکہ اس کا وقت گزر گیا ہے، شرمندہ، پشیمان، حیران وپریشان اور گریہ وزاری کرتے ہوتے ایک ویرانہ کی طرف نکل پڑا، اس ویرانہ میں ایک قافلہ رکا ہوا تھا، جہاں پر لوگ آپس میں کہہ رہے تھے: چلو چلتے ہیں، سامان تیار کرو، دوسرا کہتا تھا: ابھی چلنے کا وقت نہیں ہوا ہے، کیونکہ ابھی فضیل

[1] امالی شیخ صدوق: 42، مجلس 11، حدیث 3؛ بحارالانوار: 2363، باب 20، حدیث 26۔

[2] سورۂ حدید آیت 16

راستہ میں ہوگا، وہ ہمارا

راستہ روک کر سارا مال واسباب چھین لے گا، اس وقت فضیل نے پکارا: اے قافلہ والو! تم لوگوں کو بشارت ہے کہ اس خطرناک چور اور کم بخت راہزن نے توبہ کرلی ہے!

غرض اس نے توبہ کی اور توبہ کے بعد ان لوگوں کو تلاش کرنا شروع کیا جن کا مال چھینا یا چوری کیا تھا اور ان سے معافی مانگی[1]

چنانچہ ایک مدت کے بعد وہ بہت بڑے اور حقیقی عارف بن گئے اور لوگوں کی تعلیم وتربیت میں مشغول ہوگئے جن کے حکمت آمیز کلمات اب بھی تاریخ میں موجود ہیں۔

تین توبہ کرنے والے مسلمان

جس وقت جنگ تبوک کا مسئلہ پیش آیا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین صحابی؛ کعب بن مالک، مرارۃ بن ربیع اور ھلال بن امیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باطل کے خلاف میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

اور اس کی وجہ ان کی سستی، کاھلی اور آرام طلبی کے علاوہ اور کچھ بھی نہ تھی، لیکن جب لشکر اسلام مدینہ سے روانہ ہوگیا تو یہ تینوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے پشیمان اور شرمندہ ہوئے۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ تبوک سے مدینہ واپس پلٹے، یہ تینوں افراد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی زبان سے عذر خواہی کی اور ندامت کا اظہار کیا لیکن آنحضرت نے ایک حرف بھی ان سے نہ کہا، اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ کوئی بھی ان سے کلام نہ کرے۔

نوبت یہاں تک آئی کہ ان کے اہل وعیال بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کیا ہم بھی ان لوگوں سے دور ہوجائیں اور ان سے کلام نہ کریں!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت نہ دی اور فرمایا کہ تم لوگ بھی ان کے قریب مت جاؤ اور نہ ان سے کلام کرو۔

مدینہ شہر میں ان کے رہنے کے لئے جگہ باقی نہ رہی ہر طرف سے ان کا بائیکاٹ ہونے لگا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس مشکل سے نجات پانے کے لئے مدینہ کی پہاڑیوں پر پناہ لے لی۔

ان تمام مشکلات کے علاوہ ایک دوسرا جھٹکا یہ لگا جیسا کہ کعب کا بیان ہے: میں مدینہ کے بازار میں غم واندوہ کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا، اسی اثنا میں ایک عیسائی مجھے تلاش کرتا ہوا میرے قریب آیا، تو جیسے ہی مجھے پہچانا سلطان غسّان کا خط مجھے دیا، جس میں لکھا ہوا تھا: اگر تمہارے پیغمبر نے تمہارا بائیکاٹ کردیا ہے تو تم ہمارے یہاں آجاؤ، کعب کے دل میں آگ لگ گئی اور کہا: خدایا!

---

[1] تذکرۃ الاولیاء، ص79۔

نوبت یہ آگئی ہے کہ دشمنان اسلام بھی میرے بارے میں سوچنے پر تیار ہیں!

بہر حال بعض رشتہ داران کے لئے کھانا لے جایا کرتے تھے لیکن کھانا ان کے سامنے رکھ دیا کرتے تھے لیکن ان سے کلام نہیں کرتے تھے۔

توبہ قبول ہونے کا بہت انتظار کیا کہ خداوندعالم کی طرف سے کوئی آیت یا کوئی نشانی آئے تا کہ معلوم ہوجائے کہ ان کی توبہ قبول ہوگئی ہے، چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے کہا: تمام لوگوں نے یہاں تک کہ خود ہمارے گھر والوں نے بھی ہم سے قطع تعلق کرلیا ہے آؤ ہم بھی ایک دوسرے سے قطع تعلق کرلیں، شاید خداوندعالم کی بارگاہ میں ہماری توبہ قبول ہوجائے۔

چنانچہ وہ سب ایک دوسرے سے جدا ہوگئے، اوران میں سے ہر ایک الگ الگ پہاڑ کے گوشوں میں چلا گیا، خدا کی بارگاہ میں گریہ وزاری اور نالہ وفریاد کی، اس کی بارگاہ میں شرمندگی کے ساتھ آنسو بھائے، تواضع وانکساری کے ساتھ سجدہ میں سر رکھا اوراپنے ٹوٹے ہوتے دلوں سے طلب مغفرت کی، غرض پچاس دن توبہ واستغفار اور گریہ وزاری کے بعد درج ذیل آیہ شریفہ ان کی توبہ قبول ہونے کے لئے بشارت بن کرنازل ہوئی:[1]

"وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ". [2]

اوراللہ نے ان تینوں پر بھی رحم کیا جو جھاد سے پیچھے رہ گئے یہاں تک کہ زمین جب اپنی وسعتوں سمیت ان پر تنگ ہوگئی اوران کے دم پر بن گئی اورانہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب اللہ کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے، تو اللہ نے ان کی طرف توجہ فرمائی کہ وہ توبہ کرلیں اس لئے کہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اوررحم کرنے والا ہے۔

حرّ بن یزید ریاحی کی توبہ

حرّ بن یزید ریاحی پہلے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ نہ تھا، لیکن آخر کار امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوگئے، حرّ ایک جوان اور آزاد انسان تھا، اس بے معنی جملہ المامور معذور (یعنی مامور معذور ہوتا ہے) پر عقیدہ نہیں تھا، ظالم حکمراں کے حکم کی مخالفت کی اور اس سے مقابلہ کے لئے قیام کیا، اوراستقامت کی یہاں تک کہ شھادت کے درجہ پر فائز ہوگئے۔

حرّ کا شمار کوفہ میں لشکر یزید کے عظیم کے سرداروں میں ہوتا تھا اورعرب کے مشہور خاندان سے اس کا تعلق تھا، امیر کوفہ نے اس کی موقعیت سے فائدہ اٹھایا اور حر کو ایک ہزار کے لشکر کا سردار بنادیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ کردیا تا کہ امام کو گرفتار کرکے کوفہ لے آئے۔

---

[1] تفسیر صافی: 2386 (مندرجہ ذیل آیت سورۂ توبہ نمبر 118)۔

[2] سورۂ توبہ آیت 118۔

کہتے ہیں: جس وقت حر کولشکر کی سرداری حکم نامہ دیا گیا اور ابن زیاد کے محل سے باہر نکلا، تو اس کو ایک آواز سنائی دی: اے حرؔ تیرے لئے جنت کی بشارت ہے، حر نے مڑکر دیکھا تو کوئی نہیں دکھائی دیا، چنانچہ اس نے خود سے کہا: یہ کیسی بشارت ہے؟ جو شخص حسین سے جنگ کے لئے جارہا ہو اس کے لئے یہ جنت کی بشارت کیسے؟!

حرؔ ایک مفکر اور دقیق انسان تھا کسی کی اندھی تقلید نہیں کرتا تھا وہ ایسا شخص نہ تھا جو مقام منصب کے لالچ میں اپنے ایمان کو بیچ ڈالے، بعض لوگ جتنے بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں وہ حاکم کی اطاعت گزاری میں اپنی عقل کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں، اپنے ایمان کو بیچ ڈالتے ہیں، اور صحیح تشخیص نہیں دے پاتے، اوپر والے حاکم جس چیز کو صحیح کہتے ہیں وہ بھی صحیح کہہ دیتے ہیں، اور جس چیز کو بُرا مانتے ہیں، اس کو برا شمار کرنے لگتے ہیں، وہ گمان کرتے ہیں کہ اوپر والے حاکم خطا و غلطی نہیں کرتے، جو کچھ بھی کہتے ہیں صحیح ہوتا ہے، لیکن حرؔ ایسا نہیں تھا، غور و فکر کرتا تھا اور اندھی تقلید اور بے جا اطاعت نہیں کرتا تھا۔

صبح کے وقت حرؔ کی سرداری میں ایک ہزار کا لشکر کوفہ سے روانہ ہوا، عربستان کے بیابان کا راستہ اختیار کیا ایک گرمی کے عالم میں روز ظہر کے وقت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔

حرؔ پیاسا تھا، اس کا لشکر بھی پیاسا تھا، گھوڑے بھی پیاسے تھے اس علاقہ میں کہیں کہیں پانی بھی نہیں ملتا تھا ایسے موقع پر اگر حضرت امام حسین علیہ السلام پانی نہ پلاتے تو وہ اور اس کا لشکر خود بخود مرجاتا، اور بغیر جنگ کئے ایک کامیابی حاصل ہوجاتی، لیکن آپ نے ایسا نہ کیا اور دشمن سے دشمنی کرنے کے بجائے اس کے ساتھ نیکی کی اور اپنے جوانوں سے فرمایا:

حرؔ پیاسا ہے کہ اس کو پانی پلاؤ، اس کا لشکر بھی پیاسا ہے اس کو بھی پانی پلاؤ اور ان کے گھوڑے بھی پیاسے ہیں ان ہیں بھی سیراب کرو۔ جوانوں نے امامؑ کی اطاعت کی، حر اور اس کے لشکر یہاں تک کہ ان کے گھوڑوں کو بھی سیراب کیا۔

ادھر نماز کا وقت ہوگیا موذن نے اذان دی، امامؑ نے مؤذن سے فرمایا: اقامت کھو، اس نے اقامت کہی، امام حسین علیہ السلام نے حرؔ سے فرمایا: کیا تم اپنے لشکر والوں کے ساتھ نماز ادا کروگے؟! حرؔ نے کہا: نہیں، میں تو آپ کے ساتھ نماز پڑھوں گا!

ایک طاقتور سردار کی جانب سے یہ جملہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ حر کا اپنے اور اپنے لشکریوں پر کس قدر کنٹرول تھا کہ خود بھی امام حسین علیہ السلام کے سامنے تواضع و انکساری کے ساتھ پیش آئے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کام پر آمادہ کیا۔

حرؔ کا یہ ادب، توفیق کی ایک کرن تھی جس کی بنا پر ایک اور توفیق حاصل ہوگی، جس سے نفس پر غلبہ کے لئے روز بروز طاقت حاصل ہوگی، اور اس کو اس قدر طاقتور بنادے گی کہ جس وقت انقلاب آئے تو اور تیس ہزار لشکر کے مقابلہ میں اپنے فیصلہ پر قائم رہے اور اپنے حیثیت کو باقی رکھے اور اپنے نفس پر غالب ہوجائے۔

گویا حرؔ کے اندر ادب اور طاقت کے دو ایسے پھلو موجود تھے، جو ہر ایک اپنی جگہ ان صفات کے حامل کو ان صفات کی دنیا میں بادشاہ بنادیتا ہے، پس جس کے اندر یہ دونوں صفتیں پائی جائیں تو وہ طاقت اور ادب کی دنیا کا مالک بن جاتا ہے۔

حرّبن یزید ریاحی کا یہ سب سے پہلا روحانی اور معنوی فیصلہ تھا کہ امامؑ کے ساتھ نماز جماعت ادا کرے، اور اس سردار کا نماز جماعت میں شریک ہونا گویا حاکم سے لا پرواہی کا ایک نمونہ تھا۔

لیکن حرّ کے لشکر کی یہ نماز اہل کوفہ کے تضاد اور ٹکراؤ کی عکاسی کر رہی تھی کیونکہ ایک طرف تو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کی امامت اور پیشوائی کا اقرار کر رہے ہیں، دوسری طرف یزید کی فرمانبرداری کر رہے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے قتل کے درپے ہیں!

اہل کوفہ نے نماز عصر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ پڑھی، نماز مسلمان ہونے اور پیغمبر اسلام کی پیروی کی نشانی ہے۔

کوفیوں نے نماز پڑھی، کیونکہ مسلمان تھے، کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار تھے، لیکن فرزند رسول، وصی رسول اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری نشانی کو قتل کر دیا! یعنی کیا مطلب؟ کیا یہ تضاد اور ٹکراؤ دوسرے لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے؟

نماز عصر کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کو خطاب کرتے ہوتے اس طرح بیان فرمایا:

خدا سے ڈرو، اور یہ جان لو کہ حق کدھر ہے تاکہ خدا کی خوشنودی حاصل کرسکو۔ ہم اہل بیت پیغمبر ہیں، حکومت ہمارا حق ہے نہ کہ ظالم وستمگر کا حق، اگر حق نہیں پہچانتے، اور ہمیں خطوط لکھ کر اس پر وفا نہیں کرتے تو مجھے تم سے کوئی مطلب نہیں ہے، میں واپس چلا جاتا ہوں۔

حرّ نے کہا: مجھے خطوط کی کوئی خبر نہیں ہے، امامؑ نے خطوط منگوائے اور حرّ کے سامنے رکھ دئے، یہ دیکھ کر حرّ نے کہا: میں نے کوئی خط نہیں لکھا ہے، میں یہیں سے آپ کو امیر کے پاس لے چلتا ہوں، امامؑ نے فرمایا: تیری آرزو کے آگے موت تجھ سے زیادہ نزدیک ہے، اس کے بعد اپنے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا: سوار ہو جاؤ، چنانچہ وہ سوار ہو گئے، اور اہل حرم کے سوار ہونے کا انتظار کرنے لگے، سوارے ہونے کے بعد واپس ہونا چاہتے تھے لیکن حر کے لشکر نے راستہ روک لیا۔

امام حسین علیہ السلام نے حرّ سے کہا: تیری ماں تیری عزا میں بیٹھے، تو کیا چاہتا ہے؟ حرّ نے کہا: اگر عرب کا کوئی دوسرا شخص مجھے یہ بات کہتا اور آپ جیسی حالت میں ہوتا تو میں اس کو کبھی نہ چھوڑتا اور اس کی ماں کو اس کی عزا میں بٹھا دیتا، چاہے جو ہوتا، لیکن خدا کی قسم مجھے یہ حق نہیں ہے کہ آپ کی ماں کا نام (اسی طرح) لوں، مگر یہ کہ نیکی اور احسان سے۔

وَلَكِنْ وَاللهِ مَالِي إِلَى ذِكْرِ أُمِّكَ مِنْ سَبِيلٍ إِلَّا بِأَحْسَنِ مَا يُقْدِرُ عَلَيْهِ۔ [1]

اس کے بعد حر نے کہا: مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں ہے، آپ ایسا راستہ اختیار کر سکتے ہیں کہ نہ مدینہ جاتا ہو اور نہ کوفہ، شاید اس کے بعد کوئی ایسا حکم آئے کہ میں اس مشکل سے نجات پا جاؤں، اور اس کے بعد قسم کھا کر امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ یا اباعبداللہ! اگر جنگ کریں گے تو قتل ہو جائیں گے۔

چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ تمہارا انجام کار یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ مجھے قتل کرنے کی

---

[1] ارشاد القلوب: 802؛ اعلام الوری: 232، الفصل الرابع۔

فکر میں ہو! اس کے بعد دونوں لشکر روانہ ہو گئے، راستہ میں کوفہ سے آنے والے امام حسین علیہ السلام کے مددگار آ پہنچے، حرّ نے ان کو گرفتار کر کے کوفہ بھیج دینے کا ارادہ کیا، امام حسین علیہ السلام نے روکتے ہوتے فرمایا: میں ان کا بھی دفاع کروں گا، جس طرح اپنی جان کا دفاع کرتا ہوں، یہ سن کر حرّ نے اپنا حکم واپس لے لیا، اور وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے۔

آخر کار امام حسین علیہ السلام کو کربلا میں گھیر لائے، یزید کی فوج دستہ دستہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کے لئے کربلا میں جمع ہونے لگی، اور اس فوج کی تعداد بڑھتی گئی، عمر سعد یزیدی لشکر کا سردار تھا حرّ بھی سپاہ یزید کے سرداروں میں سے ایک تھا۔

جس وقت عمر سعد جنگ کے لئے تیار ہو گیا، حرّ کو اس بات کا یقین نہ تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار، فرزند رسول پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے، چنانچہ حر، عمر سعد کے پاس گیا اور سوال کیا: کیا واقعاً (امام) حسین سے جنگ ہوگی؟ عمر سعد نے کہا: ہاں ہاں! بڑی گھمسان کی جنگ ہوگی، حرّ نے کہا: کیوں (امام) حسین کی پیشکش کو قبول نہ کیا؟ عمر سعد نے کھا: مجھے مکمل اختیار نہیں ہے اگر مجھے اختیار ہوتا تو قبول کر لیتا، پورا اختیار امیر کے ھاتھوں میں ہے، الما مور معذور!

حرّ نے اپنا ارادہ مضبوط کر لیا کہ مجھے امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونا ہے، البتہ یزیدی فوج کو اس بات کی خبر نہ ہو، اپنے پاس کھڑے چچازاد بھائی سے کہا: کیا تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلالیا ہے؟ قرہ نے جواب دیا: نہیں، حرّ نے کہا: کیا اس کو پانی نہیں پلائے گا؟ قرہ نے اس سوال سے کچھ اس طرح اندازہ لگایا کہ حر جنگ نہیں کرنا چاہتا لیکن اپنی بات کسی پر ظاہر کرنا بھی نہیں چاہتا، شاید کوئی جا کر خبر کر دے، لہٰذا اس نے اس طرح جواب دیا: ٹھیک ہے میں گھوڑے کو پانی پلاتا ہوں اور حر سے دور چلا گیا۔

مہاجر، حرّ کا دوسرا چچازاد بھائی حر کے پاس آیا اور کہا: کیا ارادہ ہے، کیا حسین پر حملہ کرنا چاہتا ہے؟

حر نے اس کو کوئی جواب نہ دیا، اور اچانک درخت بید کی طرح لرزنے لگا، جیسے ہی مہاجر نے اس کی یہ حالت دیکھی تو بہت تعجب کیا اور کہا: اے حر تیرے کام انسان کو شک میں ڈال دیتے ہیں، میں نے اس سے پہلے تیری یہ حالت کبھی نہیں دیکھی تھی، اگر کوئی مجھ سے پوچھتا کہ کوفہ میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر کون شخص ہے؟ تو میں تیرا نام لیتا، لیکن آج یہ تیری کیا حالتہو رہیہے؟

حرّ نے زبان کھولی اور کھا: میں دوراہہ پر کھڑا ہوں میں اپنے کو جنت ودوزخ کے درمیان پار ہاہوں، اور پھر کہا: خدا کی قسم، کوئی بھی چیز جنت کے مقابلہ میں نہیں ہے، میں جنت کو نہیں کھوسکتا، چاہے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں یا مجھے آگ میں جلا ڈالیں، یہ کہہ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گیا۔

حر کا جنت ودوزخ پر یقین تھا وہ روز قیامت پر ایمان رکھتا تھا، یہی معنی ہے روز قیامت پر ایمان رکھنے کے۔

صاحبان دل جانتے ہیں کہ ایک لمحہ کے اندر انسان کے دل میں کیا کیا محل تیار ہوتے ہیں، باتیں بنانے والے کیا کیا کہتے ہیں اور ایک شجاع انسان کو قطعی فیصلہ لینا ہوتا ہے، اور اسی کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے اور یقیناً اس پر تدبیر اور ہوشیاری سے عمل کرنا ہوتا ہے تاکہ راستہ میں کوئی رکاوٹ اور مانع پیش نہ آجائے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام وہ عظیم الشان سرباز تھے جنہوں نے تنہا دشمن کا مقابلہ کیا ہے اور اس طرح دشمن کے اہداف کو ناکام کیا

کہ دشمن ان کی نیت سے آگاہ ہو گیا۔

حر نے بھی اپنے سامنے دونوں راستوں کو واضح پایا اور ان میں سے ایک کو عملی جامہ پہنانے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ دیکھا، اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہے ان کے ارادوں کو فقط پر و بال کی ضرورت تھی تا کہ شکاریوں کے تیر سے بچ کر نکل سکیں۔

حر کے قدم دشمن کے جال سے نکل چکے تھے، وہ دنیاداری کو پیچھے چھوڑ چکے تھے، مقام و ریاست اور جاہ و جلال سب پیچھے رہ گئے تھے اس وقت اگر قدموں میں تھوڑا سا ثبات موجود ہو تو تمام آفات سے بھی گزر جائیں گے، ان کو یاد آیا کہ اس راستہ میں کوئی مشکل و آفت بھی نہیں ہے، اگر مجاہد اپنے گھر سے قدم نکالے اور راستہ میں ہی اس کی موت آجائے اور مقصد تک پہنچنے سے پہلے ہی اس دنیا سے کوچ کر جائے تو بھی خداوند عالم کا لطف و کرم اس کے شامل حال ہوتا ہے، اور خداوند عالم اس کو جنت الفردوس میں جگہ دیتا ہے۔

حر، جیسا آزاد انسان ان تین مرحلوں سے گزر چکا تھا جو واقعاً جادو تھے۔

1۔ دشمن کی غلامی اور اس کے نفوذ سے۔

2۔ دنیاوی زرق و برق سے۔

3۔ آفات کے مراحل سے۔

حرّ کے اندر حق و حقیقت سمجھنے کی طاقت اس حد تک تھی کہ اگر اس کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالیں تو بھی راہ حق و حقیقت اور بہشت سے منحرف نہیں کیا جاسکتا۔ اوس نے مہاجرین کو جواب دیتے ہوا کہا: (حرّ) اپنے کو جنت وجہنم کے درمیان دیکھتا ہے، اس وقت جناب حر نے کہا: خدا کی قسم میں جنت کے مقابلہ میں کسی بھی چیز کو اختیار نہیں کرسکتا، اور اس راستہ سے نہیں ہٹوں گا چاہے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، اور چاہے مجھے آگ میں جلا دیا جائے! اس کے بعد گھوڑے کو ایڑ لگائی اور امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گیا جیسے ہی نزدیک پھونچا اپنی سپر کو اُلٹا کر لیا، امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا: یہ شخص کوئی بھی ہے، امان چاہتا ہے، جو روتا ہوا، گریہ کرتا ہوا اور بے قراری کی صورت میں آرہا ہے۔

حرّ، امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ تھے ہاتھ اپنے سر پر رکھے ہوتے کہتے جاتے تھے: پالنے والے! تیری بارگاہ میں توبہ کرتے ہوتے حاضر ہو رہا ہوں لہٰذا میری توبہ قبول فرما کیونکہ میں نے تیرے اولیاء اور تیرے پیغمبر کی آل کو رنجیدہ خاطر کیا ہے۔

طبری کہتے ہیں: جیسے ہی حرّ نزدیک ہوا، اور اس کو پہچان لیا گیا، اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا، اور عرض کی: اے فرزند رسول! خدا مجھے آپ پر قربان کرے، میں نے آپ کا راستہ روکا اور آپ کو واپس نہ پلٹنے دیا، اور آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا، تا کہ آپ کسی محفوظ جگہ میں پناہ گاہ تلاش نہ کرلیں، یہاں تک کہ آپ پر سختی کی اور آپ کو اس کربلا میں روک لیا، اور یہاں بھی آپ پر سختی کی گئی، لیکن اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں، میرا یہ گمان نہیں تھا کہ یہ قوم آپ کی باتوں کو نہیں مانے گی، اور

آپ سے جنگ کے لئے تیار ہوجائے گی۔

میں شروع میں یہ سوچتا تھا کہ کوئی بات نہیں، ان لوگوں کے ساتھ سازش سے کام لیتا رہوں تا کہ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ وہ ان کا مخالف ہوتا جارہا ہے، لیکن اگر خدا کی قسم مجھے یہ گمان ہوتا کہ یہ لوگ آپ کی باتوں کو قبول نہیں کریں گے، تو میں آپ کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا، اب میں آپ کی خدمت میں توبہ کرتے ہوتے اور جانثار کرتے ہوتے حاضر ہوں، تا کہ خدا کی بارگاہ میں توبہ کروں اور اپنی جان آپ پر قربان کردوں۔ میں آپ پر قربان ہونا چاہتا ہوں، کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟!

اس وقت امامؑ نے فرمایا: ہاں خداوند عالم توبہ قبول کرنے والا ہے، تیری توبہ کو قبول کرلے گا اور تجھے بخش دے گا، تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: حرّبن یزید ریاحی، امامؑ نے فرمایا:

حرّ جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام رکھا تم دنیاو آخرت دونوں میں ہی حرّ (آزاد) ہو [1]

عصر عاشور دو بھائیوں کی توبہ

اسلام میں توبہ یعنی گناہگار کا نادم اور پشیمان ہونا، اپنے کئے ہوتے سے پشیمان ہوکر خدا کی طرف پلٹ جانا، اور یہ راستہ ہمیشہ انسان کے لئے کھلا ہوا ہے؛ کیونکہ مکتب الٰہی امید ورجاء کا دین ہے، مہر ومحبت، رحمت کا سرچشمہ اور عشق ووفا کا مرکز ہے۔ امام حسین علیہ السلام رحمت پروردگار کا مکمل آئینہ دار ہیں مخلوق پر رحم وکرم، دوست پر رحم وکرم اور دشمن پر (بھی) رحم وکرم، امام حسین کا وجود مہر ومحبت کا مجسمہ تھا آپ کی گفتگو محبت تھی رفتار محبت تھی، جس وقت سے یزیدی لشکر آپ کے ساتھ ہوا اسی وقت سے آپ کی کوشش رہی کہ ان کو ہدایت فرمائیں، اور وہ صراط مستقیم کو اپنالیں، حتی الامکان آپ نے راہنمائی فرمائی اور ان کے سلسلے میں خیر خواہی سے کام لیتے رہے۔

جنگ سے پہلے کوشش کی، میدان جنگ میں کوشش کی اور اپنی رفتار وگفتار سے کوشش کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں میں ہدایت کی صلاحیت تھی ان کو ہدایت کی اور ان کو جہنم سے نکال کر مستحق بہشت کردیا۔

امام حسین علیہ السلام کی آخری دعوت اس وقت تھی جب آپ تن تنہا رہ گئے جس وقت آپ کے تمام اصحاب واعزاء شہید ہوگئے، اس وقت کوئی نہ تھا، امامؑ نے استغاثہ بلند کیا اور فرمایا: کیا ہمارا کوئی ناصر ومددگار نہیں ہے؟ کیا کوئی ہے جو پیغمبر کے اہل حرم کا دفاع کرے:

اَلَا نَاصِرٌ یَنْصُرُنَا؟ اَمَا مِنْ ذَابٍّ یَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولَ اللهِ۔

اس آواز نے سعد بن حرث انصاری اور اس کے بھائی ابوالحتوف بن حرث کو خواب غفلت سے بیدار کردیا، یہ دونوں انصار سے تعلق رکھتے تھے، نیز ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھے لیکن آل محمد سے کوئی سروکار نہ تھا، دونوں دشمنان علی میں سے تھے،

---

[1] عنصر شجاعت، ج3 ص54؛ پیشوای شہیدان ص239۔

جنگ نہروان میں ان کا نعرہ یہ تھا: حکومت کا حق صرف خداوند عالم کو ہے، گناہگار کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

کیا حسین گناہگار ہیں لیکن یزید گناہگار نہیں ہے؟

یہ دونوں بھائی عمر سعد کے لشکر میں (امام) حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے اور اور آپ کے قتل کے لئے کوفہ سے کربلا آئے تھے، روز عاشورا جب جنگ کا آغاز ہوا تو یہ دونوں یزید کی فوج میں تھے، جنگ شروع ہوگئی خون بہنے لگا، لیکن یہ لوگ یزید کے لشکر میں تھے، امام حسین علیہ السلام تن تنہا رہ گئے یہ لوگ یزید کی فوج میں تھے، لیکن جس وقت امام حسین علیہ السلام نے استغاثہ بلند کیا تو یہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہوگئے، اور خود سے کہنے لگے: حسین فرزند پیغمبر ہیں، ہم روز قیامت ان کے نانے کی شفاعت کے امیدوار ہیں، یہ سوچ کر دونوں یزید کی فوج سے نکل آئے اور حسینی بن گئے، جیسے امام حسین کے زیر سایہ آئے تو یزیدوں پر حملہ کر دیا اور ان سے جنگ کی، چند لوگوں کو زخمی کیا اور چند لوگوں کو واصل جہنم کیا یہاں تک کہ خود بھی جام شھادت نوش کرلیا۔ [1]

علامہ کمرہ ای جن کی طرف سے حقیر (مؤلف) صاحب اجازہ بھی ہے اپنی عظیم الشان کتاب عنصر شجاعت میں فرماتے ہیں:

جس وقت بچوں اور اہل حرم نے امام حسین علیہ السلام کی صدائے استغاثہ سنی:

اَلاناصِرٌ ینصُرُنَا...؟۔

تو خیام حسینی سے رونے اور چلانے کی آواز بلند ہوئی، سعد اور اس کے بھائی ابوالحتوف نے جیسے ہی اہل حرم کے نالہ و فریاد کی دل خراش آوازیں سنیں تو ان دونوں نے امام حسین علیہ السلام کا رخ کیا۔

یہ میدان جنگ میں تھے اپنے ھاتھوں میں موجود شمشیر سے یزیدیوں پر حملہ ور ہوگئے، اور جنگ کرنا شروع کی، امام کی طرف سے تھوڑی دیر تک جنگ کی اور بعض لوگوں کو واصل جہنم کیا، آخر کار دونوں شدید زخمی ہوگئے اس کے بعد دونوں ایک ہی جگہ پر شہید ہوگئے۔ [2]

ان دو بھائیوں کے حیرت انگیز واقعہ میں امید کی کرن کو دیکھنے کو ملتی ہے، امید کی کرن ناامیدی کو مارے ڈالتی ہے، اور غیب کی تازہ تازہ خبریں دیتی ہے، انبیاء کے لئے اچانک بشارتیں لے کر آتی ہے درحقیقت یہ (امید) انبیاء کے لئے نبی ہے۔

امید کی کرن کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام ہر وقت غیب کی باتوں سے پردہ برداری کے منتظر رہتے تھے، ہر وقت ایک نئی کرن سے ناامید نہیں ہوتے تھے، یہاں تک کہ آخری وقت میں بھی، گناہگار کی آخری سانس کو مجرم کے ساتھ حساب نہیں کرتے جب تک کہ مجرم مکمل طور پر جرم انجام نہ دے لے، خداوند عالم کی طرف سے ایک نئی عنایت کے منتظر رہتے ہیں، چونکہ خداوند عالم کی مخصوص عنایات سب پر مخفی ہے۔

---

[1] پیشوای شھیدان، ص394۔

[2] عنصر شجاعت، ج3 ص179۔

جناب یعقوب علیہ السلام نے ایک عجیب وغریب فراق کاتحمل کیا،کئی سال گزر گئے یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں سفید ہوگئیں، لیکن جناب یوسف علیہ السلام کے بارے میں کوئی خبر نہ ملی، بھیڑئے کے کھا لینے کی خبر سننے کے ساتھ ساتھ اپنے گم شدہ یوسف کی واپسی کے لئے خدا سے امید لگائے رہے۔

اسی طرح ان دونوں جنگجو (بھائیوں) کے روحی انقلاب کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں جا کر جواب ملا کہ خلق خدا کی ہدایت کی امید صحیح اور بجاتھی ،معلوم ہوتا ہے کہ خون کے پیاسے دشمنوں کے درمیان بھی نور ہدایت چمک سکتا ہے۔

ایک طرف تو ان دو بھائیوں کے انقلاب سے ایک عجیب وغریب اور نایاب امید کا پیدا ھونا، دوسری طرف امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ سے بہترین لطف وکرم کی امید، اسلامی مبلغین کے لئے بہترین نمونہ ہیں، پس ان دونوں بھائیوں کی سرشت اورطبیعت میں کچھ بھی ہولیکن یہ لوگ امام حسین علیہ السلام سے بیس سال سے زیادہ چلی آرہی سخت دشمنی کے باوجود آخروقت توبہ کرکے امامؑ کی طرف آگئے اور جناب یوسف علیہ السلام کی طرح تاریکیوں کا پردہ چاک کرتے ہوتے نمودار ہوئے۔

یہ وہ راز ہے جس کو خداوندعالم نے ہر انسان کی فطرت میں مخفی رکھا ہے، اسی راز کا معلوم نہ ہونا اسلامی مبلغین کو امیدواری اور دلداری دیتا ہوا کہتا ہے: کبھی بھی تبلیغ اور تاثیر سے مایوس نہ ہونا، انسان کسی بھی وقت ہدایت یافتہ ہوسکتا ہے، کسی بھی موقع پر اس کے دل میں انقلاب برپا ہوسکتا ہے، اور عالم غیب سے اس کی ہدایت کا راستہ ہموار ہوسکتا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام بارگاہ رب العزت میں ارشاد فرماتے ہیں:

اِلٰهِی اِنَّ اخْتِلاَفَ تَدْبِیرِكَ وَسُرْعَةَ طَواءِ مَقَادِیرِكَ مَنَعا عِبَادَكَ العَارِفِینَ بِكَ عَنِ السُّكُونِ اِلٰی عَطَاءٍ، وَالْیاْسِ مِنْكَ فِی بَلاَءٍ۔ [1]

پالنے والے! تیری تدبیر میں اختلاف، تیری مقدر کردہ چیزوں میں جلدی اور تاخیر، تیرے عارف بندوں کو موجودہ عطا پر سکون اور بلاؤں میں ناامید کرنے سے روک دیتے ہیں۔

بدن، روح کا ایک سایہ ہے، فکر پر ایک حجاب ہے جس سے اس کے رخسار کو چھپایا ہوا ہے، اسی طرح فکر بھی عقلانی قوت کے لئے ایک حجاب ہے جس نے عقل کو چھپا رکھا ہے، اسی طرح عقلانی قوت بھی روح وروان کے لئے ایک حجاب ہے جس نے اس کو چھپا رکھا ہے، ان تمام مخفی چیزوں سے زیادہ مخفی انسان کی ذات میں ایک راز ہے جس کو روح وروان نے چھپا رکھا ہے، جہاں پر کسی بھی علمی طاقت کی کوئی رسائی نہیں ہے، جس کو کشف کرنے کے لئے کوئی قدرت نہیں ہے، یہ مخفی اور پردہ میں موجود چیزیں ایک دوسری طاقت کے ذریعہ کشف ہوتی ہیں، پہلی مخفی قدرت ؛فکر ہے جس سے انسان میں ہوش پیدا ہوتی ہے، ہوشیار افراد پہلے فکر کا مطالعہ کرتے ہیں، پردہ کے پیچھے سے انسان کی شکل اور اس کی فکر کو پڑھتے ہیں۔

عقل جو کہ مخفی ہے اس کو نور فراست اور ایمان (جو خود ایک کشف کی غیر معمولی قدرت ہے) کو پہلے کشف کرتی ہے، اس

[1] حضرت امام حسین علیہ السلام کی دعاء عرفہ کا ایک حصہ

کے بعد نور نبوت جو(انسان کی) تمام قدرتوں سے بالاتر ہے مقام روح وروان کو کشف کرتی ہے لیکن روان کو کوئی بھی کشف نہیں کرسکتا، وہاں پر خداوند عالم کی مخصوص شعائیں ہوتی ہیں، وہاں پرصرف ذات (پروردگار) کا رابطہ ہوتا ہے، خداوند عالم کی کبریائی اورعلام الغیوب کے پیش نظر خدااوراس کی مخلوق میں کوئی واسطہ نہیں ہے، ہرشخص اپنے پروردگار سے ایک مخصوص رابطہ رکھتا ہے، اور یہ رابطہ کسی پر بھی کشف نہیں ہوتا، جب تک تبلیغ واجب ہے اوراس کے بارے میں حکم موجود ہے اس وقت تک اس کی تاثیر کے لئے امید پائی جاتی ہے۔

دینی رھبروں کو ہرموڑ پرایک نئی امید ملتی رہتی ہے وہ عوام الناس کی ہدایت کے لئے مزید سعی وکوشش کرتے رہتے ہیں انقلاب وہدایت کے مخفی اسباب کے ساتھ ساتھ خدائی معرفت کے همراہ ان کے پاس امید وانتظار کا حوصلہ ہوتا تھا، خدا کی معرفت جتنی زیادہ ہوگی اسی قدر خدا کی ذات سے امید بھی زیادہ ہوگی، اورجس قدر امید ہوگی اسی لحاظ سے انسانی گھرائی کا مطالعہ کرتے ہیں اورنئی خبروں کے منتظر رہتے ہیں۔

جی ہاں، اے مبلغین اسلام! آپ حضرات سے اس امید کی کرن کو کہیں کوئی چھین نہ لے، مختلف مقامات پر پیش آنے والی مشکلات سے مایوس نہ ہونا، آپ حضرات کے حالات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے زیادہ سخت نہیں ہیں۔

کہتے ہیں: شیخ محمد عبد(مشہور عالم اہل سنت) نے ایک مرتبہ ایک نشست میں کہا: میں اسلامی امت کی اصلاح سے مایوس ہو چکا ہوں۔ چنانچہ اسی موقع پر ایک (بیرونی) معظّمہ نے جواب دیا: اے شیخ! آپ کی زبان پر مایوسی کے لفظ سے مجھے بہت تعجب ہے! اس وقت شیخ بہت شرمندہ ہوتے اورفوراً استغفار کیا اوراس خاتون کی بات کو صحیح مان لیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام میں اپنے نانا کے علاوہ تمام انبیاءاوردینی رھبروں سے زیادہ امید کی روح موجود تھی، آپ بلند ترین امکانی پرواز اور وجود کے عمیق ترین اسرار پرنظر رکھتے تھے، امید کا پیغام حضرت امام حسین علیہ السلام سے لیجئے، کیونکہ امام حسین علیہ السلام کے پیغام سے آپ کو حوصلہ ملے گا۔

اے ہمارے مولا وآقا حسین علیہ السلام! آپ پر ہماری جانیں قربان، کہ اگر آپ کو ہرمیدان میں پکارا جائے تو بے جانہ ہوگا، آپ کی ذات سے مبلغین کو درس ملتا ہے، آپ سے تلاش وکوشش کا معیار سیکھا جاتا ہے، ہمیں مصر کے شیخ اوراس کے والی سے کوئی سروکار نہیں ہے، آپ نے قربانی اورجانثاری کا درس دیا، صرف اپنوں ہی نے نہیں بلکہ غیروں نے بھی آپ کی ذات گرامی سے یہ درس حاصل کیا ہے، آپ کی زبان سے اسرار الٰہی کو سننا چاہئے، آپ نے انبیاء علیہم السلام سے بھی زیادہ صبر واستقامت کا مظاہرہ فرمایا ہے، آپ کی گلی سے نسیم سحری کے جھونکے آرہے ہیں، یہاں تک کہ خون بھانے والی شمشیر بھی آپ سے ہدایت حاصل کرلیتی ہے۔

آغاز میں آپ کا اقدام، اس میدان جنگ اورعصر عاشور، کوفہ کی طرف آپ کا متوجہ ہونا راستے میں پیش آنے والے واقعات اورراستہ بھر آپ کا تذکرا اور یاددہانی کرانا:

اَلاَمْرُ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ، فَإِنْ نَزَلَ الْقَضَاءُ فَالْحَمْدُلله، وَإِنْ حَالَ الْقَضَاءُ دُوْنَ الرَّجَاءِ....

ان جاھلوں سے آپ کی رفتار وگفتار، برسر پیکار دشمنوں سے محبت بھری گفتگوان میں سے ہرایک ایسا مرحلہ تھا جس میں امید کی کرن پھوٹ رہی تھی جس سے دعائے عرفہ کوجلوہ ملتا تھا، جیسے کہ آپ فرماتے ہیں:

اِلٰهِي اِنَّ اخْتِلاَفَ تَدْبِيرِكَ وَسُرْعَةَ طَواءِ مَقَادِيرِكَ مَنَعا عِبَادَكَ العَارِفِينَ بِكَ عَنِ السُّكُوْنِ اِلَى عَطَاءٍ، وَالْيَأْسِ مِنْكَ فِي بَلاَءٍ۔

اور آخری وقت جب آپ اس دنیا سے رخصت ہوتے تو اس امید کے ساتھ کہ آپ کے ساتھ میں شہید ہونے والے اصحاب وانصار کی تربت سے زندہ دل افراد کو ہدایت ملے گی اور آپ کے آپ کے شہداء کی گلی سے گزریں گے تونسیم حیات سے ان کے روحانی وجود میں انقلاب پیدا ہوجائے گا، لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے کہ وہاں سے زندگی حاصل کر کے تبلیغ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور خلق خدا سے منہ نہ موڑ بیٹھیں۔ [1]

برادران یوسف کی توبہ

تیسرے سفر میں جب یعقوب علیہ السلام کے تمام فرزند، جناب یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عرض کیا: اے بادشاہِ بزرگ! ہمارے سارے علاقے میں قحط سالی پھیل چکی ہے، ہمارا خاندان سختی کی زندگی گزار رہا ہے، ہماری طاقت جواب دی چکی ہے یہ چند پرانے سکّے ہم اپنے ساتھ لائے ہیں، لیکن ہم جتنا گندم خریدنا چاہتے تھے اس کی قیمت سے کہیں زیادہ کم ہے، تم ہمارے ساتھ نیکی اور احسان کرو، اور ہمارے سکوں کی قیمت سے زیادہ ہمیں گندم دیدو، خداوندعالم نیکی اور احسان کرنے والوں کو نیک بدلہ دیتا ہے۔

یہ گفتگو سن کر جناب یوسف علیہ السلام کی حالت بدل گئی اور اپنے بھائیوں اور خاندان کی یہ حالت دیکھی تو بہت پریشان ہوئے، ایک ایسی بات کہی جس سے یوسف کے بھائیوں کو ایک دھچکا لگا، چنانچہ جناب یوسف علیہ السلام نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:

کیا تم جانتے ہوں کہ یوسف اور اس کے بھائیوں کے ساتھ تم نے کیا برتاؤ کیا، کیا تمہارا یہ کام کسی جہالت ونادانی کی وجہ سے تھا؟ تمام بھائی یہ سوال سن کر حیران ہوگئے اور سوچنے لگے کہ آخرکار یہ قبطی ذات سے تعلق رکھنے والا بادشاہ یوسف کو کس طرح جانتا ہے، اور ان کے واقعہ سے کیسے باخبر ہوا، اسے برادران یوسف کے بارے میں کیسے معلوم ہوا اور یہ یوسف کے ساتھ ہوتے برتاؤ کو کیسے جانتا ہے، حالانکہ یہ واقعہ کو صرف ان دس بھائیوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا، یہ کیسے اس واقعہ سے آگاہ ہوا؟

یہ لوگ کافی دیر تک کچھ جواب نہ دے سکے، اور گزشتہ سفر کے واقعات کو یاد کرنے لگے، عزیز مصر سے سنی ہوئی باتیں

---

[1] عنصر شجاعت، ج3 ص170۔

ان کے دماغ میں گردش کررہی تھیں کہ اچانک سب نے ایک ساتھ مل کر سوال کیا: کیا آپ ہی یوسف ہیں؟

عزیز مصر نے جواب دیا: ہاں، میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی (یامین) ہے، خداوندعالم نے ہمپر لطف وکرم کیا کہ ایک مدت کے بعد دو بچھڑے بھائیوں کو ملا دیا، جوشخص بھی صبر کرتا ہے اور پرہیزگاری کا راستہ اپناتا ہے تو خدااس کو نیک جزا سے نوازتا ہے اوراس کواپنی منزل مقصود تک پہنچادیتا ہے۔

ادھر بھائیوں کے دلوں میں ایک عجیب وغریب خوف ووحشت تھا اورحضرت یوسف کی جانب سے شدید انتقام کو اپنے نظروں کے سامنے مجسم دیکھ رہے تھے۔

جناب یوسف کی بے پناہ قدرت، اور بھائیوں میں بے انتہا ضعف وکمزوری، جب یہ دو بے انتہا طاقت وکمزوری ایک جگہ جمع ہوجائیں تو کیا کچھ نہیں ہوسکتا؟!!

بھائیوں نے ابراھیمی قانون کے مطابق اپنے کوسزا کا مستحق دیکھا، محبت اورعطوفت کی نظر سے اپنے کو یوسف کی سزا کا مستحق مانا، اس وقت ان کی حالت ایسی تھی گویا ان پر آسمان گرنے والا ہو، ان کے بدن لرزرہے تھے، زبان سے قوت گویائی سلب ہوچکی تھی، لیکن انہوں نے کمر ہمت باندھ کر اپنی تمام طاقت کو جمع کیا اور اپنا آخری دفاع ان لفظوں میں کرنے لگے: ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں لیکن آپ سے عفو وبخشش کی درخواست کرتے ہیں، بے شک خداوندعالم نے آپ کو ہم پر برتری اور فضیلت دی ہے، ہم لوگ خطا کار ہیں۔ اور یہ کہہ کر خاموش ہوگئے، لیکن جناب یوسف کی زبان سے بھی ایسے الفاظ جاری ہوتے جس کی ان ہیں بالکل امید نہ تھی۔

جناب یوسف علیہ السلام نے کہا: میں نے تم لوگوں کو معاف کردیا، تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا، کوئی سزا نہیں ملے گی، میں کوئی انتقام نہیں لوں گا، اور خداوندعالم بھی تمہارے گناہوں سے درگزر کرے اور تم کو بخش دے۔

جی ہاں! الٰہی نمائندے اسی طرح ہوتے ہیں، لطف وکرم اور بخشش سے پیش آتے ہیں، انتقام کی آگ ان کے دلوں میں نہیں ہوتی، کینہ نہیں ہوتا، اپنے دشمن کے لئے بھی خدا سے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں، ان کا دل خدا کے بندوں کی نسبت مہر ومحبت سے لبریز ہوتا ہے۔

جناب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو سزا نہ دینے سے مطمئن کرکے فرمایا: اب تم لوگ شہر کنعان کی طرف پلٹ جاؤ اور میرا پیراہن اپنے ساتھ لیتے جاؤ، اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا، جس سے ان کی بینائی پلٹ آئے گی، اور اپنے تمام گھر والوں کو یہاں مصر لے کر چلے آؤ۔

یہ دوسری مرتبہ یوسف کے بھائی آپ کے پیراہن کو باپ کی خدمت میں لے کر جارہے ہیں، پہلی مرتبہ اسی قمیص کو موت کا پیغام بنا کر لے گئے تھے، یہی قمیص فراق وجدائی کی ایک داستان تھی، اور ایک برے حادثہ کی خبر تھی، لیکن اس مرتبہ یہی قمیص حیات کی مژدہ اور دیدار ووصال کی بشارت اور سعادت وخوشبختی کا پیغام ہے۔

پہلی مرتبہ اس کرتے نے باپ کو نابینا بنادیا، لیکن اس بار جناب یوسف کے کرتے نے باپ کی آنکھوں کو بینائی عطا کردی، اور خوشی اور مسرت کا پیغام دیا۔

وہ کرتا جھوٹے خون سے رنگین تھا، لیکن یہ کرتا ایک زندہ معجزہ ہے، دیکھئے تو سہی کہ جھوٹ اور سچ میں کس قدر فاصلہ ہے؟!

بھر کیف بھائیوں کا قافلہ تیسری مرتبہ مصر سے روانہ ہوا، اور سرزمین کنعان کی طرف چل پڑا۔

ادھر آسمانی موبائل اور آسمانی بشارت نے اس قافلہ کی خبر جناب یعقوب علیہ السلام تک پہنچادی، چنانچہ جناب یعقوب علیہ السلام نے اپنے پاس بیٹھے ہوتے افراد سے کہا:

مجھے یوسف کی خوشبو محسوس ہورہی ہے اور اس کے دیدار کا منتظر ہوں، اگرچہ تم لوگ یقین نہیں کروگے۔

حاضرین نے جناب یعقوب کو خطا کار قرار دیتے ہوتے کہا: ابھی تک تم نے یوسف کو نہیں بھلایا، اسی پرانے عشق میں مبتلا ہو!

جناب یعقوب علیہ السلام نے آنکھیں بند کی اور کوئی جواب نہ دیا، کیونکہ مخاطبین کی فکریں ان حقائق کو نہیں سمجھ سکتی تھیں۔

ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ جناب یعقوب علیہ السلام کی بات سچ ہوگئی، یعنی جس قافلے کی بشارت دی تھی وہ کنعان آپہنچا، اور جناب یوسف کے ملنے کی بشارت سنائی، یوسف کے کرتے کو باپ کے چہرہ پر ڈالا ہی تھا کہ جناب یعقوب کی بینائی لوٹ آئی، اس وقت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی طرف رخ کرتے ہوتے فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں خدا کی طرف سے ایسی چیزوں کے بارے میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، ان خطا کاروں کی سزا کا وقت آپہنچا، کیونکہ بیٹوں کا گناہ ثابت ہو چکا تھا۔

لیکن بیٹوں نے باپ سے عفو و بخشش کی درخواست کی، اور کہا کہ آپ خدا سے بھی ہماری گناہوں کی مغفرت طلب کریں۔

جناب یعقوب علیہ السلام نے ان کی خطا کو بخش دیا اور وعدہ کیا کہ اپنے وعدہ کو وفا کریں گے۔ [1]

جی ہاں، فرزندان یعقوب نے خدا کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اپنے بھائی (یوسف علیہ السلام) اور اپنے باپ سے عذرخواہی کی، جناب یوسف نے بھی ان کو معاف کردیا اور یعقوب علیہ السلام نے بھی بخش دیا، نیز خداوند عالم نے ان پر اپنی رحمت ومغفرت کا دروازہ کھول دیا۔

ایک جزیرہ نشین مرد کی توبہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے: ایک شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ دریا کا سفر کررہا تھا۔ اتفاق سے کشتی ڈوبنے لگی اور اس شخص کی زوجہ کے علاوہ تمام لوگ دریا میں ڈوب گئے۔ اور وہ بھی ایسے کہ وہ عورت ایک تختہ پر بیٹھ گئی اور

---

[1] حسن یوسف، ص64۔

اس دریا کے ایک جزیرہ پر پہنچ گئی۔

اس جزیرہ میں ایک چور رہتا تھا جس نے حرمت خدا کے تمام پردوں کو چاک کررکھا تھا، ناگاہ اس نے دیکھا کہ وہ عورت اس کے پاس کھڑی ہے، اس نے سوال کیا کہ تو انسان ہے یا جن؟ اس نے کہا انسان ہوں۔ چنانچہ وہ چور بغیر کچھ بولے ہی اس عورت کی بغل میں اس طرح آبیٹھا کہ جس طرح مرد اپنی زوجہ کے پاس بیٹھتا ہے، اور جب اس نے اس عورت کی عزت پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو وہ عورت لرز گئی۔ اس چور نے کہا تو ڈرتی کیوں ہے؟ پریشان کیوں ہوگئی؟ وہ عورت بولی کہ خدا سے ڈرتی ہوں، اس چور نے کہا کہ کبھی اس طرح کا کام انجام دیا ہے؟ تو اس عورت نے کہا: نہیں، بخدا ہرگز نہیں۔ اس شخص نے کہا: تو خدا سے اس قدر خوف زدہ ہے حالانکہ تو نے ایسا کام انجام نہیں دیا ہے اور میں جب کہ تم کو اس کام پر مجبور کررہا ہوں، خدا کی قسم، مجھے تو تجھ سے کہیں زیادہ خدا سے ڈرنا چاہئے۔ اس کے بعد وہاں سے اٹھا اور اپنے گھر چلا گیا، اور ہمیشہ توبہ و استغفار کی فکر میں رہنے لگا۔

ایک روز راستہ میں ایک راہب سے ملاقات ہوئی، دوپھر کا وقت تھا، چنانچہ اس راہب نے اس شخص سے کہا: دعا کرو کہ خدا ہمارے اوپر بادلوں کے ذریعہ سایہ کردے کیونکہ شدت کی گرمی پڑرہی ہے، تو اس جوان نے کہا کہ میں نے کوئی نیکی نہیں کی ہے اور خدا کی بارگاہ میں میری کوئی عزت وآبرو نہیں کہ میں اس سے اس طرح کا سوال کروں۔ اس وقت راہب نے کہا: تو پھر میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہنا۔ اس جوان نے کہا: یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ راہب نے دعا کی اور اس جوان نے آمین کہا، اور دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں نے ان دونوں پر سایہ کردیا، دونوں راستہ چلتے رہے یہاں تک کہ ان کا راستہ الگ الگ ہونے لگا، دونوں نے اپنے اپنے راستہ کو اختیار کیا، تو بادل اس جوان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے!

چنانچہ یہ دیکھ کر اس راہب نے متعجب ہوکر کہا: تو تو مجھ سے بہتر ہے، تیری ہی وجہ سے دعا قبول ہوئی ہے، نہ کہ میری وجہ سے، اور اس جوان سے اس کے حالات دریافت کرنے لگا، چنانچہ اس نے اس عورت کا واقعہ بیان کیا۔ تب راہب نے کہا: چونکہ خوف خدا تیرے دل میں پیدا ہوگیا تھا تو خدا نے تیرے گناہ بخش دئے، لہٰذا آئندہ گناہوں سے پرہیز کرنا۔[1]

اصمعی اور بیابانی تائب

اصمعی کہتے ہیں: میں بصرہ میں تھا، نماز جمعہ پڑھنے کے بعد شہر سے باہر نکلا، ایک شخص کو دیکھا جو اپنے اونٹ پر بیٹھا ہوا ہے جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہے، جیسے ہی مجھے دیکھا تو اس نے کہا: تم کہاں سے آرہے ہو اور تمہارا کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ میں نے کہا: میرا تعلق قبیلہ اصمع سے ہے، اس نے کہا: تو وہی مشہور اصمعی ہی ہے؟ میں نے کہا: ہاں، میں وہی ہوں، اس نے کہا: کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا: خدائے عزوجلّ کے گھر سے، اس نے کہا:

اَوَلِلّٰهِ بَيْتٌ فِي الْأَرْضِ؟۔

---

[1] اصول کافی ج2 ص69، باب الخوف والرجاء حدیث8؛ بحارالانوار ج67 ص361 باب59 حدیث6۔

کیاروئے زمین پر (بھی) خدا کا کوئی گھر ہے؟

میں نے کہا: ہاں، خانہ کعبہ اور بیت اللہ الحرام، اس نے کہا: وہاں کیا کرر ہے تھے؟ میں نے کہا:

کلام خدا کی تلاوت کرر ہا تھا، اس نے کہا:

أَوَلِلّٰهِ كَلَامٌ؟

کیا خدا کا کوئی کلام (بھی) ہے؟

میں نے کہا: ہاں، شیریں کلام، اس نے کہا: مجھے بھی تھوڑا بہت کلام خدا سناؤ، میں نے سورہ ذاریات کی تلاوت شروع کردی یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچا:

"وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ". [1]

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جن باتوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے سب کچھ موجود ہے۔

اس نے کہا: کیا یہ خدا کا کلام ہے؟ میں نے کہا: ہاں یہ اسی کا کلام ہے جس کو اس نے اپنے بندہ اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا ہے، یہ سنتے ہی اس کے بدن میں جیسے آگ لگ گئی ہو، اس کے اندر ایک سوز پیدا ہوا، ایک شدید درد اس کے اندر پیدا ہوا، اس نے اپنی شمشیر اور نیزہ پھینک دیا، اپنے اونٹ کو قربان کردیا، اور خالی ہاتھ ہوگیا، ظلم وستم کا لباس اتار دیا اور کہا:

تریٰ یقبل من لم یخدمه فی شبابه۔

اے اصمعی! کیا تم گمان کرتے ہوں کہ جس نے جوانی میں خدا کی عبادت اور اس کی اطاعت نہ کی ہو، اس کو بارگاہ الٰہی میں قبول کرلیا جائے؟

میں نے کہا: اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر اس نے کیوں انبیاء کو مبعوث بر سالت فرمایا، انبیاء کی رسالت کا ہدف ہی یہی ہے کہ بھاگنے والے کو دوبارہ پلٹادیں اور خدا کا غضب، صلح وآشتی میں بدل جائے۔

اس نے کہا: اے اصمعی! اس دردمند کے لئے کوئی علاج بتاؤ، اور گناہوں میں مبتلا ہونے والے کے لئے کوئی مرہم بتاؤ۔

میں نے اس کے بعد کی آیت کی تلاوت شروع کردی:

"فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ". [2]

آسمان وزمین کے مالک کی قسم یہ قرآن بالکل برحق ہے جس طرح تم باتیں کرر ہے ہو۔

جیسے ہی میں نے اس آیت کی تلاوت کی، اس نے چند بار اپنے کو زمین پر گرایا، اور نالہ وفریاد کی، دیوانوں کی طرح حیران وسرگردان بیابان کی طرف چل دیا۔

---

[1] سورۂ الذاریات آیت 22۔

[2] سورۂ الذاریات آیت 23۔

اس کے بعد میں نے اس کونہیں دیکھا مگر خانہ کعبہ کے طواف میں کہ غلاف کعبہ کو پکڑے ہوتے کہہ رہا تھا:

من مثلي و انت ربّي، من مثلي و انت ربّي

مجھ جیسا کون ہوگا کہ تو میرا خدا ہے، مجھ جیسا کون ہوگا کہ تو میرا خدا ہے۔

میں نے اس سے کہا: تیری یہ گفتگو اور تیری یہ حالت لوگوں کے طواف میں رکاوٹ بن رہی ہے، چنانچہ اس نے کہا: اے اصمعی! گھر اس کا گھر ہے، اور بندہ اسی کا بندہ ہے، چھوڑئے مجھے اس کے لئے ناز کرنے دیجئے، اس کے بعد اس نے دوشعر پڑھے جن کا مضمون یہ ہے:

اے شب بیداری کرنے والو! تم لوگ کس قدر نیک ہو، تمہارے اوپر میرے ماں باپ قربان، کس قدر خوبصورت اور زیبا ہو، اپنے آقا کے دروازے کو کھٹکھٹاتے ہو، واقعاً یہ دروازہ تمہارے لئے کھل جائے گ۔

اس کے بعد وہ بھیڑ میں چھپ گیا، اور بہت تلاش کرنے پر بھی نہ ملا، مجھے بہت زیادہ حیرت اور تعجب ہوا، میری طاقت ختم ہوچکی تھی اور میں صرف گریہ زاری کرتا رہ گیا۔ [1]

صدق اور سچائی توبہ کے باعث بنے

راہزنوں کا ایک گروہ کسی مسافر کی تلاش میں تھا تاکہ اس کے مال واسباب لوٹ سکیں، اچانک انہوں نے ایک مسافر کو دیکھا، تو اس کی طرف دوڑے اور کہا: جو کچھ بھی ہے، ہمیں دیدے، اس نے کہا: میرے پاس صرف 80 دینار ہیں جس میں 40 دینار کا مقروض ہوں، اور باقی میرے وطن تک پہنچنے کا خرچ ہے۔ راہزنوں کے رئیس نے کہا: اس کو چھوڑو، معلوم ہوتا ہے کوئی بد بخت آدمی ہے اس کے پاس زیادہ پیسہ نہیں ہے۔

راہزن مسافروں کی کمین میں بیٹھے ہوتے تھے، اس مسافر کو جہاں جانا تھا گیا اور اپنا قرض ادا کرکے واپس آ گیا، اس وقت پھر راستہ میں چور مل گئے، انہوں نے کہا: جو کچھ بھی تیرے پاس ہے وہ سب دیدے ورنہ تجھے قتل کردیں گے، اس نے کہا: میرے پاس 80 دینار تھے جن میں سے 40 دینار قرض دے چکا ہوں اور باقی میرے خرچ کے لئے ہیں، چوروں کے سردار نے حکم دیا کہ اس کی تلاشی لی جائے، چنانچہ اس کے سامان اور کپڑوں میں 40 دینار کے علاوہ کچھ نہیں ملا!

چوروں کے سردار نے کہا: حقیقت بتاؤ کہ اس خطرناک موقع پر بھی تو نے صدق اور سچائی سے کام لیا اور جھوٹ نہ بولا؟

اس نے کہا: میں نے بچپن میں اپنی ماں کو وعدہ دیا تھا کہ عمر بھر سچ بولوں گا اور کبھی اپنے دامن کو جھوٹ سے آلودہ نہ کروں گا!

چور قہقہہ لگا کر ہنسے لگے، لیکن چوروں کے سردار نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا: ھائے افسوس! تو اپنی ماں سے کئے

---

[1] تفسیر کشف الاسرار، ج9 ص319۔

ہوتے وعدہ پر پابند ہے اور جھوٹ کا سہارا نہ لیا اور اپنے اس وعدہ پر اس قدر پابند ہے، لیکن میں خدا کے وعدے پر پابند نہ ہوں جس سے ہم نے وعدہ کیا ہے کہ گناہ نہ کریں گے، اس وقت اس نے ایک چیخ ماری اور کہا: خدایا! اس کے بعد تیرے وعدے پر عمل کروں گا، پالنے والے! میری توبہ!! میری توبہ!!

ایک عجیب وغریب توبہ

پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں ایک شخص رہتا تھا جس کا ظاہر بہت اچھا اور بہت نیک صورت تھا، جیسے اہل ایمان کے درمیان ایک نایاب اور مشہور شخص ہو۔

لیکن وہ شخص بعض اوقات رات میں چھپ کر لوگوں کے یہاں چوری کرتا تھا۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ چوری کے لئے ایک دیوار پر چڑھ گیا، دیکھا کہ اس گھر میں بہت زیادہ مال و دولت ہے اور وہاں پر ایک جوان لڑکی کے علاوہ کوئی دوسرا بھی نہیں ہے!

اپنے دل میں کہنے لگا: آج تو مجھے دوہرا خوش ہونا چاہئے، ایک تو یہ سارا قیمتی سامان مجھے مل جائے گا، دوسرے اس لڑکی سے لذت بھی حاصل کروں گا!

اسی فکر میں تھا کہ اچانک غیبی بجلی اس کے دل میں چمکی، جس سے اس کی فکر روشن ہوگئی، غور وفکر میں ڈوب گیا اور سوچنے لگا: کیا ان تمام گناہوں کے بعد تجھے موت کا سامنا نہیں کرنا، کیا موت کے بعد خداوند عالم مجھ سے باز پرس نہیں کرے گا، کیا میں اس روز کے عذاب سے بھاگ سکتا ہوں؟

اس روز اتمام حجت کے بعد خدا کے غیظ وغضب میں گرفتار ہوں گا ہمیشہ کے لئے آتش جہنم میں جلوں گا، یہ سب باتیں سوچ کر بہت زیادہ پشیمان ہوا اور خالی ہاتھ ہی وہاں سے واپس آگیا۔

جیسے ہی صبح ہوئی، اپنے اسی ظاہری چہرہ اور بناوٹی لباس میں پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اچانک اس نے دیکھا کہ وہی لڑکی جس کے گھر میں گزشتہ رات چوری کے لئے گیا تھا؛ پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: میری ابھی تک شادی نہیں ہوئی ہے، میرے پاس بہت زیادہ مال و دولت ہے، میرا شادی کرنے کا ارادہ نہیں تھا لیکن رات میں نے دیکھا کہ ایک چور میرے گھر میں آیا اگرچہ وہ کچھ نہیں لے گیا لیکن میں بہت زیادہ ڈر گئی ہوں، گھر میں تنہا رہنے کی ہمت نہیں رہ گئی ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے لئے کوئی شوہر تلاش کریں۔

آنحضرت صلى الله عليه وآله وسلم نے اس چور کی طرف اشارہ کیا، اگر تو چاہتی ہے تو ابھی اس کے ساتھ تیرا عقد پڑھ دوں، چنانچہ اس نے عرض کیا: میری طرف سے کوئی مانع نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلى الله عليه وآله وسلم نے اسی وقت ان دونوں کا عقد کردیا، دونوں ایک ساتھ اس کے گھر میں آگئے، اس نے اپنا واقعہ اس عورت سے بیان کیا کہ وہ چور میں ہی تھا اگر میں نے چوری کی ہوتی اور تجھ سے

ناجائز رابطہ کیا ہوتا،تو میں چوری کا مرتکب بھی ہوا ہوتااور زنا کا گناہ بھی کرتا جبکہ یہ وصال ایک رات سے زیادہ نہ ہوتا، اور وہ بھی حرام طریقہ سے،لیکن چونکہ میں نے خدااور قیامت کو یاد کرلیااور گناہ کرنے میں صبر کیااور خدا کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کیا، خداوندعالم نے بھی اس طرح مقدر فرمایا کہ اب گھر کے دروازہ سے داخل ہوا ہوں اور ساری عمر تیری ساتھ زندگی بسر کروں گا۔ [۱]

بشر حافی کی توبہ

بشر ایک عیاش طبع اور اہل لھو ولعب افراد میں سے تھا اکثر اوقات اپنے گھر میں ناچ گانے اور گناہوں کی محفل سجائے رہتا تھا، ایک روز امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے، اس کے گھر سے ناچ گانے کی آواز بلند تھی۔ امامؑ نے دروازہ پر کھڑے اس کے نوکر سے فرمایا: اس گھر کا مالک غلام ہے یا آزاد؟ اس نے کہا: آزاد، اس وقت امامؑ نے فرمایا: ٹھیک کہتے ہو، اگر غلام ہوتا تو اپنے مولا سے ڈرتا۔ یہ سن کر نوکر گھر میں داخل ہوا، بشر (جو شراب پینے والا ہی تھا) اس نے دیر سے آنے کی وجہ معلوم کی، تو اس نوکر نے کہا: ایک شخص کو گلی میں دیکھا، جس نے مجھ سے اس طرح سوال کیا، اور میں نے یہ جواب دیا، چنانچہ امام کاظم علیہ السلام کا جملہ اس پر اس قدر موثر ہوا، کہ خوف وھراس کے عالم میں ننگے پاؤں گھر سے باہر نکلا اور امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور امامؑ کی خدمت میں توبہ کی، بہت زیادہ روتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا اور ہمیشہ کے لئے گناہ کے دسترخوان کو اٹھا پھینکا، آخر کار زاہدوں اور عرفاء کے دائرہ میں شامل ہوگیا۔ [۲]

توبہ کرنے والا اہل بہشت ہے

معاذ بن وھب کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں چندلوگوں کے ساتھ مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہوا، ایک بوڑھا شخص بھی ہمارے ساتھ تھا، جو بہت زیادہ عبادتیں کیا کرتا تھا لیکن ہماری طرح اہل بیت (علیہم السلام) کی ولایت اور حضرت امیر کو بلافصل خلیفہ نہیں مانتا تھا، اسی وجہ سے اپنے خلفاء کے مذہب کے مطابق سفر میں (بھی) نماز پوری چار رکعتی پڑھتا تھا۔

اس کا ایک بھتیجہ بھی ہمارے قافلہ میں تھا، لیکن اس کا عقیدہ ہماری طرح صراط مستقیم پر تھا، وہ بوڑھا شخص راستہ میں بیمار ہوگیا، اس نے اپنے بھتیجے سے کہا: اگر اپنے چچا کے پاس آتا اور اس کو ولایت کے سلسلہ میں بتاتا تو بہتر ہوتا، شاید خداوندعالم اس کو آخری وقت میں ہدایت فرما دیتا اور گمراہی وضلالت سے نجات عطا کردیتا۔

اہل قافلہ نے کہا: اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو، لیکن اس کا بھتیجہ اس کے طرف دوڑا اور کہا:

عمّو جان! لوگوں نے سوائے چند افراد کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حق سے روگرانی کی، لیکن حضرت علی علیہ السلام بن ابی طالب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح واجب الاطاعت ہیں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حق علی کے ساتھ ہے، اور آپ کی اطاعت

---

[۱] اسرارمعراج، ص28۔

[۲] روضات الجنات، ج2، ص130۔

تمام امت پر واجب ہے، اس پیر مرد نے ایک چیخ ماری اور کہا: میں بھی اسی عقیدہ پر ہوں، یہ کہہ کر اس دنیا سے چل بسا۔

ہم لوگ جیسے ہی سفر سے واپس آئے، حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوئے، علی بن سری نے اس بوڑھے شخص کا واقعہ بیان کیا، اس وقت امامؑ نے فرمایا: وہ شخص جنتی ہے، اس نے عرض کیا: وہ شخص آخری لمحات میں اس عقیدہ پر پہنچا ہے، صرف اسی گھڑی اس کا عقیدہ صحیح ہوا تھا، کیا وہ بھی جنتی اور اہل نجات ہے؟! اس وقت امامؑ نے فرمایا: تم اس سے اور کیا چاہتے ہو، بخدا وہ شخص اہل بہشت ہے۔[1]

ابولبابہ کی توبہ

جس وقت جنگ خندق تمام ہوگئی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے، ظہر کے وقت جناب جبرئیل امین نازل ہوتے اور خداوند عالم کی طرف سے بنی قریظہ کے یہودیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا پیغام سنایا، فوراً ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کے لئے مسلح ہوگئے اور مسلمانوں کو حکم دیا: ہمیں نماز عصر بنی قریظہ نامی علاقہ میں پڑھنا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم نافذ ہوا، اسلامی فوج نے بنی قریظہ کا محاصرہ کرلیا، جب محاصرہ کے مدت طولانی ہوئی، تو یہودیوں پر زندگی سخت ہوگئی، لہٰذا انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیغام بھجوایا کہ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ اپنی حالت کے بارے میں اس سے مشورہ کریں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولبابہ سے فرمایا: اپنے ہمپیمانوں کے پاس جاؤ اور دیکھو وہ کیا کہتے ہیں؟

جس وقت ابولبابہ یہودیوں کے قلعہ میں پہنچے، تو یہودیوں نے اس سے سوال کیا: ہمارے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا ہمان تمام شرائط کو مانتے ہوتے پیغمبر کے سامنے تسلیم ہوجائیں تاکہ وہ جو کچھ ہمارے ساتھ کرنا چاہیں، کرسکیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں تم لوگ تسلیم ہوجاؤ، اور اس جواب کے ساتھ ابولبابہ نے اپنے ھاتھوں سے گلے کی طرف اشارہ کیا، یعنی تسلیم ہونے کی صورت میں فوراً قتل کردیئے جاؤگے، لیکن فوراً ہی اپنے کئے سے پشیمان ہوتے اور ایک فریاد بلند کی: آہ میں نے خدا و رسول کے ساتھ خیانت کرڈالی! کیونکہ مجھے یہ حق نہیں تھا کہ پوشیدہ راز کو بیان کروں۔

قلعہ سے باہر آئے اور سیدھے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، مسجد میں داخل ہوتے رسّی سے اپنی گردن کو ایک ستون سے باندھ لیا، جس ستون کو بعد میں ستون توبہ کا نام دیا گیا، اور کہا: میں اپنے کو نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ میری توبہ قبول ہوجائے، یا میری موت آجائے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابولبابہ کی تاخیر کی وجہ سے پریشان ہوتے اور ان کے بارے میں سوال کیا، تو اصحاب نے ابولبابہ کا واقعہ بیان کیا، اس وقت آنحضرت نے فرمایا: اگر میرے پاس آتا تو میں خدا سے اس کے لئے طلب مغفرت کرتا لیکن جب وہ خدا کی طرف گیا تو خداوند عالم اس کی نسبت زیادہ حقدار ہے جیسے بھی اس کے بارے میں فیصلہ کرے۔

ابولبابہ جتنے دن بھی وہاں بندھے رہے دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات کو معمولی کھانا کھاتے تھے، رات کے وقت ان

---

[1] اصول کافی، ج2، ص441، باب فیما اعطیٰ اللہ عزّ وجلّ آدم (ع) حدیث 4

کی بیٹی کھانا لاتی تھی اور وضو کی ضرورت کے وقت اس کو کھول دیتی تھی۔

یہاں تک کہ جناب ام سلمہ کے گھر ایک شب میں ابولبابہ کی توبہ قبول ہونے کے سلسلہ میں آیت نازل ہوئی:

"وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [1]

اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا کہ انہوں نے نیک اور بداعمال مخلوط کردیئے ہیں عنقریب خدا ان کی توبہ قبول کرلے گا کہ وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امّ سلمہ سے فرمایا: ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی، ام سلمہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت فرماتے ہیں کہ ابولبابہ کو اس کی توبہ قبول ہونے کے بارے میں بشارت دیدوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی، جناب امّ سلمہ نے اپنا سر حجرہ سے نکالا اور ابولبابہ کی توبہ قبول ہونے کی بشارت دی۔

ابولبابہ خدا کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنے لگے، چند افراد اس کو ستون کے کھولنے کے لئے آئے، لیکن ابولبابہ نے ان کو روک دیا اور کہا: خدا کی قسم میں تم لوگوں سے یہ رسی نہیں کھلواؤں گا مگر یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود آکر مجھے آزاد فرمائیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف لائے اور فرمایا: تیری توبہ قبول ہوگئی ہے اب تم اس بچہ کی طرح ہو جو شکم مادر سے ابھی پیدا ہوا ہو، اور اس کی گردن سے وہ رسّی کھول دی۔

ابولبابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں اپنا سارا مال راہ خدا میں خیرات کردوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس کے بعد انہوں نے اپنے دو تھائی مال کے خیرات کرنے کی اجازت طلب کی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بھی اجازت نہ دی، انہوں نے آدھا مال خیرات کرنے کی اجازت طلب کی لیکن آنحضرت نے اس کی بھی اجازت نہ دی، آخرکار انہوں نے ایک تھائی مال خیرات کرنے کی اجازت مانگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی۔ [2]

ایک لوہار کی توبہ

اس عجیب وغریب واقعہ کا راوی کہتا ہے: میں شہر بصرہ کے لوہار بازار میں وارد ہوا، ایک لوہار کو دیکھا کہ لوہے کو سرخ کئے ہوتے ہے اور اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑے ہوتے ہے، اور اس کا شاگرد اس پر ہتھوڑا مار رہا ہے۔

مجھے بہت تعجب ہوا کہ سرخ لوہا اس کے ہاتھ کو نہیں جلا رہا ہے؟ اس لوہار سے اس چیز کا سبب معلوم کیا، اس نے بتایا:

---

[1] سورۂ توبہ آیت 102۔

[2] تفسیر قمی، ج1، ص535؛ بازگشت بہ خدا، 423۔

ایک سال بصرہ میں شدید قحط پڑا، یہاں تک کہ لوگ بھوک کے مرنے لگے، ایک روز میری پڑوسن جو جوان تھی میرے پاس آئی او رکھا: میرے بچے بھوک سے مرے جارہے ہیں، میری مدد کر، جیسے ہی میں نے اس کے جمال اورخوبصورتی کو دیکھا تو اس کا عاشق ہوگیا، میں نے اس کے سامنے ناجائز پیشکش رکھی، وہ عورت شرما کر جلدی سے میری گھر سے نکل گئی۔

چندروز کے بعد وہ عورت دوبارہ آئی اور کہا: اے مرد! میرے یتیم بچوں کی جان خطرے میں ہے، خدا سے ڈراور میری مدد کردے، میں نے دوبارہ پھر اپنی خواہش کی تکرار کی اس مرتبہ بھی وہ عورت شرمندہ ہوکر میرے گھر سے نکل گئی۔

دودن بعد پھر میرے پاس آئی اور کہا: اپنے یتیم بچوں کی جان بچانے کے لئے میں تسلیم ہوں، لیکن مجھے ایسی جگہ لے چل جہاں تیرے اور میرے علاوہ کوئی نہ ہو، چنانچہ میں اس کو ایک مخفی جگہ لے کر گیا، جیسے ہی اس کے نزدیک ہونا چاہتا تھا وہ لرز اٹھی، میں نے کہا: تجھے کیا ہوگیا ہے؟ اس نے کہا: تو نے ایسی جگہ لانے کا وعدہ کیا تھا جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو، لیکن یہاں تو اس ناجائز کام کو پانچ دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں، میں نے کہا: اے عورت! اس گھر میں کوئی نہیں ہے، تو پانچ افراد کی بات کررہی ہے، اس نے کہا: دوفرشتے میرے موکل اور دوفرشتے تیرے موکل اور ان چار فرشتوں کے علاوہ خداوندمتعال میں ہمارے اس کام کو دیکھ رہا، میں کس طرح ان کے سامنے اس بُرے کام کا ارتکاب کروں؟!!

اس عورت کی باتوں نے مجھ پر اتنا اثر کیا کہ میرا بدن لرز اٹھا، اس شرمناک کام سے اپنے کو آلودہ ہونے سے بچالیا، اس کو چھوڑدیا اور اس کی مدد کی، یہاں تک قحط کے خاتمہ تک اس کی اور اس کے یتیم بچوں کی جان بچالی، اس نے بھی میرے حق میں اس طرح دعا کی:

پالنے والے! جیسے اس مرد نے اپنی شہوت کی آگ کو خاموش کردیا تو بھی اس پر دنیاوآخرت کی آگ کو خاموش کردے۔ چنانچہ اسی عورت کی دعا ہے کہ دنیا کی آگ مجھے نہیں جلاتی۔[1]

قوم یونس کی توبہ

سعید بن جبیر اور دیگر مفسرین نے قوم یونس کے واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

قوم یونس نینوا اور موصل کے علاقہ میں زندگی بسر کیا کرتی تھی۔ اور اپنے نبی جناب یونس کی دعوت کو قبول نہیں کیا تھا، چنانچہ حضرت یونس ان ہیں 33 سال تک خدا پرستی اور گناہوں سے دوری کا دعوت دیتے رہے لیکن دوافراد کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا، ان ایمان لانے والوں میں ایک کا نام روبیل اور دوسرے کا نام تنوخ تھا۔

روبیل ایک صاحب علم وحکمت گھرانہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی جناب یونس سے دوستی تھی، تنوخا ایک عابدوزاہد شخص تھا، جو جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے ان کو فروخت کیا کرتا تھا۔

---

[1] اسرارمعراج، ص84۔

بھر کیف جب جناب یونس قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے، تو خداوند عالم کی بارگاہ میں اس قوم کی شکایت کی اور عرض کیا: پالنے والے! 33 سال سے اس قوم کو توحید وعبادت اور گناہوں سے دوری کی دعوت دے رہا ہوں اور تیرے عذاب سے ڈرا رہا ہوں، لیکن یہ سرکشی پر تلے ہوئی ہے اور مجھے جھٹلا رہی ہے، یہ لوگ مجھے ذلت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور مجھے قتل کی دھمکی دیتے ہیں۔ خداوندا! ان پر عذاب نازل کردے، اب یہ لوگ ہدایت کے قابل نہیں ہیں۔ آواز آئی: اے یونس! اس قوم کے درمیان کچھ جاہل لوگ ہیں، کچھ بچے شکم مادر میں اور کچھ آغوش مادر میں ہیں، ان میں بعض بہت بوڑھے اور کمزور عورتیں ہیں، میں خدائے حکیم اور عادل ہوں، میری رحمت میرے غضب سے زیادہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ گناہگاروں کے ساتھ میں بے گناہوں پر بھی عذاب کروں، میں ان کے ساتھ دوستی اور مہربانی کا سلوک کرنا چاہتا ہوں، اور ان کی توبہ واستغفار کا منتظر ہوں، میں نے تمہیں ان کے درمیان اس لئے بھیجا ہے کہ تم ان کی حفاظت کرو اور ان کے ساتھ رحمت ومہربانی کے ساتھ پیش آؤ، اور عظیم الشان مقام نبوت کے ذریعہ ان کے سلسلہ میں صبر سے کام لو، اور ایک ماہر طبیب کی طرح ان کی بیماری کے علاج میں لگ جاؤ، ان کے گناہوں کا علاج مہربانی سے کرو!

صبر وحوصلہ کی کمی سے آپ ان کے لئے عذاب کی درخواست کرتے ہیں، آپ سے پہلے نوح بھی میرے پیغمبر تھے جن کا صبر تم سے زیادہ تھا انہوں نے اپنی قوم کے ساتھ تم سے بہتر سلوک کیا، حضرت نوح نے اپنی قوم کے ساتھ دوستی اور مدارا سے کام لیا، 950 سال کے بعد مجھ سے عذاب کی درخواست کی، تب میں نے ان کی درخواست کو قبول کیا۔

جناب یونس علیہ السلام نے عرض کیا: پالنے والے! میں تیری وجہ سے ان پر غضبناک ہوں، کیونکہ ان کو جتنا تیری اطاعت کی دعوت کی اس سے زیادہ انہوں نے گناہوں پر اصرار کیا، تیری عزت کی قسم! ان کے ساتھ (اب) نرم رویہ اختیار نہیں کروں گا اور خیر خواہی کی نگاہ سے نہیں دیکھوں گا، ان کے کفر اور تکذیب کے بعد ان پر عذاب نازل فرمادے، کیونکہ یہ لوگ ھرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ جناب یونس کی دعوت بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی، خطاب آیا: نصف شوال بروز چہارشنبہ طلوع آفتاب کے وقت ان پر عذاب نازل کروں گا، ان کو خبر کردیں۔

نصف شوال کے چہارشنبہ سے پہلے ہی جناب یونس شہر سے کوچ کر گئے، لیکن روبیل چونکہ عالم وحکیم تھے، ایک بلندی پر گئے، اور بلند آواز سے کہنے لگے: اے لوگو! میں روبیل ہوں اور تمہاری بھلائی چاہتا ہوں، یہ ماہ شوال ہے جس میں تمہیں عذاب کا وعدہ دیا گیا ہے تم لوگوں نے پیغمبر خدا کو جھٹلایا ہے لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ پیغمبر خدا نے سچ کہا ہے، خدا کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا، اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔

یہ سن کر لوگوں نے ان سے کہا: ھمیں کوئی چارہ کار بتاؤ کیونکہ تم صاحب علم وحکمت ہو اور ہمپر مہربان اور دلسوز ہو۔

انہوں نے کھا: میرے لحاظ سے عذاب الٰہی کے وقت سے پہلے تم لوگ شہر سے باہر نکل جاؤ، بچوں کو ان کی ماؤں سے الگ کردو، سب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور گریہ وزاری کرو اور اس کی بارگاہ میں تضرع وزاری کرو اور خلوص کے ساتھ توبہ کرلو

اور کھو:

خداوندا! ہم نے اپنے او پرظلم کیا ہے تیرے پیغمبر کو جھٹلایا ہے،لیکن (اب) ہم توبہ کرتے ہیں لہٰذا تو ہمارے گناہوں کو بخش دے،اگرتو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہمپر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں ہوجائیں گے، پالنے والے! ہماری توبہ قبول فرما، ہم پر رحم کر، خدایا! تیرا رحم سب سے زیادہ ہے۔قوم نے ان کی بات مان لی، اور اس معنوی و روحانی منصوبہ کے لئے تیار ہوگئے، بدھ کا روز آ گیا، روبیل ان سے دور ہو گئے اور ایک گوشہ میں چلے گئے تا کہ ان کی گریہ وزاری اور ان کی توبہ کو دیکھیں۔

چہارشنبہ کا سورج نکلا، شہر میں خطرناک اور ہولناک زرد ہوائیں چلنےلگیں جس سے خوف ووحشت پھیل گئی، بیابان میں زن ومرد، پیر وجوان غنی اور ضعیف غرض سب لوگوں کی آوازیں بلند ہونےلگیں، اور سب دل کی گھرائی سے توبہ کرنے لگے اور خداوند عالم سے طلب مغفرت میں مشغول ہوگئے، بچے ماؤں کی فلک شگاف گریہ کی صدائیں سن کر رونے لگے، مائیں بچوں کے رونے کی وجہ سے فریادیں کرنے لگیں۔اس وقت ان کی توبہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی، ان سے عذاب ٹل گیا اور قوم ہنسی خوشی اپنے گھروں میں واپس آ گئی۔ [۱]

ایک جوان اسیر کی توبہ

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ اسیروں کی ایک تعداد کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک شخص کے علاوہ تمام لوگوں کے قتل کا حکم صادر فرمادیا۔اس اسیر نے کہا: ان تمام اسیروں کے درمیان صرف مجھے کیوں چھوڑ رکھا ہے؟ حضرت نے فرمایا:

خداوند عالم کی طرف سے مجھے جبرئیل نے بتایا ہے کہ تو پانچ خصلتوں کا مالک ہے، جن کو خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں: تو اہل خانہ کا بہت زیادہ خیال رکھتا ہے، سخاوت اور حسن خلق سے کام لیتا ہے، سچ بولتا ہے اور تیرے اندر شجاعت اور دلیری پائی جاتی ہے۔جیسے ہی اس جوان نے ان باتوں کو سنا تو فوراً مسلمان ہوگیا، اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا، اور بہترین جنگ کے کرنے کے بعد شہید ہوگیا۔ [۲]

ستم کار حکومت میں ایک ملازم شخص کی توبہ

عبداللہ بن حمّاد، علی بن ابی حمزہ سے نقل کرتے ہیں: میرا ایک دوست بنی امیہ کی حکومت میں نوکری کرتا تھا، اس نے مجھ سے کہا: حضرت امام صادق علیہ السلام سے میرے لئے اجازت لے لو تا کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوسکوں، میں نے امامؑ سے اجازت لی، امام نے اجازت دی، چنانچہ وہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام کیا اور بیٹھتے ہوتے کہا: میں آپ پر قربان، میں بنی امیہ کی حکومت میں ملازم ہوں، میں نے بہت زیادہ مال وثروت جمع کیا ہے، اور مال جمع کرنے میں شرعی قوانین کی مطلقاً رعایت

---

[۱] تفسیر صافی، ج۱، ص۷۶۷ بطور خلاصہ۔

[۲] 212۔امالی شیخ صدوق، ص271، مجلس 46 حدیث 7؛ بحار، ج68، ص384، باب 92 حدیث 25

نہیں کی ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر بنی امیہ کو کوئی کاتب نہ ملتا اور مال غنیمت حاصل نہ ہوتا، اور ایک گروہ ان کی حمایت میں جنگ نہ کرتا تو یہ میرے حق کو نہیں لے سکتے تھے، اگر لوگ ان کو چھوڑ دیتے اور ان کی تقویت نہ کرتے تو کیا وہ کچھ کر سکتے تھے؟

یہ سن کر اس جوان نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: آیا میں اس عظیم بلاء سے نجات حاصل کر سکتا ہوں؟ اس وقت امامؑ نے فرمایا: کیا میرے کہنے پر عمل کرو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! امامؑ نے فرمایا: بنی امیہ کی اس ملازمت سے جتنا مال حاصل کیا ہے اگر ان کے مالکوں کو جانتے ہو؟ تو ان ہیں دیدو اور اگر نہیں جانتے تو ان کی طرف سے صدقہ دیدو، میں خدا کی طرف سے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، وہ جوان کافی دیر تک خاموش رہا اور پھر عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں، آپ کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہوں۔

علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں: وہ جوان ہمارے ساتھ کوفہ واپس آیا، اور حضرت کے حکم کے مطابق عمل کیا، اور اس کے پاس کچھ باقی نہ بچا۔

اس نے اپنا پیراہن بھی راہ خدا میں دیدیا، میں نے اس کے لئے پیسے جمع کئے اس کے لئے لباس خریدا اور اس کے اخراجات کے لئے مناسب خرچ بھیج دیا، چند ماہ کے بعد وہ مریض ہوگیا تو میں اس کی عیادت کے لئے گیا، اسی طرح چند روز اس کی عیادت کے لئے جاتا رہا، لیکن جب آخری روز اس کی عیادت کے لئے گیا، تو اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور مجھ سے کہا: خدا کی قسم! امام صادق علیہ السلام نے اپنے وعدہ وفا کر دیا ہے، اور یہ کہتے ہی وہ اس دنیا سے چل بسا، ہم نے اس کے کفن و دفن کا انتظام کیا، ایک مدت کے بعد حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ہم نے تمہارے دوست کی نسبت اپنا وعدہ وفا کر دیا ہے، میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہوجاؤں، آپ صحیح فرما رہے ہیں اس نے مرتے وقت مجھے اس بات کی خبر دی تھی۔ [1]

حیرت انگیز توبہ

حقیر بمناسب ولادت باسعادت حضرت امام عصر (عج) تبلیغ کے لئے بندر عباس گیا ہوا تھا، آخری شب جمعہ کو دعائے کمیل کا پروگرام تھا۔

چنانچہ دعائے کمیل شروع ہونے سے پہلے ایک 20 سالہ جوان نے مجھے ایک خط دیا اس جوان کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

دعائے کمیل کے بعد گھر واپس آ گیا، اس خط کو پڑھا، مجھے وہ خط پڑھ کر بہت تعجب ہوا، اس میں لکھا ہوا تھا: میں پہلے

[1] کافی، ج5 ص106 باب عمل السلطان وجوائزھم، حدیث 4؛ بحار، ج47، ص382، باب 11، حدیث 105۔

میں اس طرح کے پروگرام میں شریک نہیں ہوتا تھا، گزشتہ سال دوپہر میں میرے ایک دوست نے فون کیا کہ چار بجے عصر تمہارے پاس آتا ہوں کیونکہ ایک جگہ جانا ہے، چار بج گئے، وہ آگیا اور میں اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا اور اس سے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: میرے ماں باپ چندروز کے لئے کہیں گئے ہیں ہمارا گھر خالی ہے کوئی نہیں ہے، چلیں وہاں چلتے ہیں تاکہ دونوں مزے اڑائیں، جیسے ہی اس کے گھر پہنچے تو اس نے کہا: دولڑکیوں کو بلایا ہے، اور وہ یہیں موجود ہیں، وہ ہمارے لئے آمادہ ہیں، چنانچہ اس نے مجھے ایک کمرہ میں بھیجا اور خود دوسرے کمرے میں چلا گیا، جیسے ہی کچھ کرنا چاہا، آپ سے متعلق تبلیغی بینر پر لکھا ہوا میرے ذہن میں آ ی شب جمعہ دعائے کمیل میں جانتا تھا کہ یہ دعا حضرت علی علیہ السلام کی دعا ہے، لیکن آج تک دعائے کمیل پڑھتے ہوتے نہیں دیکھا تھا، میں اس شیطانی حالت میں حضرت علی علیہ السلام سے بہت شرمندہ ہوا، شرم وحیا نے میرے بدن کو لرزادیا، اپنے وجود سے نفرت کرنے لگا، (اس لڑکی کو چھوڑ کر واپس آگیا) سڑکوں پر حیران و پریشان گھومتا رہا، یہاں تک رات ہوگئی مسجد میں آیا رات کے اندھیرے میں آپ کے ساتھ دعائے کمیل پڑھنے لگا، شرم وحیا سے سر جھکائے آنسو بہاتا رہا، اور خدا کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرتا رہا نیز خدا سے دعا کی کہ میری شادی کے لئے راستہ ہموار کردے، اور مجھے گناہوں کی لغزشوں سے محفوظ فرما۔ دوتین ماہ کے بعد ہی والدین کے پیش کش پر ایک شریف خاندان کی بہت خوبصورت لڑکی سے شادی ہوگئی ایسی خوبصورت لڑکی جس کو کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا صورت وسیرت میں بےنظیر تھی، میں اس نعمت کو گناہ کو ترک کرنے اور دعائے کمیل میں شرکت کرنے کی برکت سمجھتا ہوں، میں نے اس سال تمام جلسوں میں شرکت کی ہے اور یہ خط اس لئے لکھا ہے تاکہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ یہ جلسے بالخصوص جوانوں کے لئے کس قدر مفید ہیں!

گناہگار نے پُرمعنی جملہ سے توبہ کرلی

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے ایک صاحب نے موصوف سے عرض کیا: میرا پڑوسی بہت گناہگار ہے چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر لھو لعب اور گناہوں کی محفل سجاتا ہے، جس سے ہمیں اور دوسرے پڑوسیوں کو اذیت ہوتی ہے، بہت ہی بدمعاش آدمی ہے، میں اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے سے ڈرتا ہوں، اپنے مکان کو بھی نہیں بدل سکتا کہ اس کو فروخت کرکہیں دوسری جگہ خریدلوں۔

علامہ محمد تقی مجلسی علیہ الرحمہ نے اس سے فرمایا: اگر کسی روز اس کی دعوت کرو اور اس کو اپنے یہاں مہمان بلاؤ تو میں اس سے گفتگو کرنے کے لئے شرکت کرسکتا ہوں، شاید خدا کا لطف اس کے شامل حال ہوجائے اور اپنے گناہوں سے پشیمان ہوکر توبہ کرلے۔

چنانچہ یہ بدمعاش شخص ایک مومن شخص کے یہاں دعوت کے لئے مدعو کیا گیا اس نے بھی دعوت قبول کرلی، علامہ مجلسی اس دعوت میں شریک ہوئے، چند منٹ تک اس مجلس پر سکوت طاری رہا، لیکن وہ گناہگار شخص جو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے آنے سے

سخت تعجب میں تھا؛ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی طرف رخ کر کے کہتے ہیں: اس دنیا میں تم روحانی (مولوی) لوگوں کا کیا کہنا ہے؟

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے کہا: برائے مہربانی آپ ہی فرمایئے کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ اس شخص نے کہا: ہم جیسے لوگ بہت کچھ کہتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس کا نمک کھالیا ہو اس کے نمک کی رعایت کی جائے، اور اس کے ساتھ خلوص کے ساتھ پیش آئیں، یہ سن کر علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس سے کہا: تمہاری کتنی عمر ہے؟ جواب دیا: ساٹھ سال، علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس ساٹھ سال میں کتنی بار خدا کا نمک کھایا ہے، کیا اس کے نمک کی رعایت کی ہے، اور اس کے ساتھ خلوص وصفا کا لحاظ رکھا؟ اس گناہگار شخص کو جیسے ایک جھٹکا سا لگا، اس نے سر جھکا لیا، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، اس محفل کو ترک کیا، اس کو رات بھر نیند نہیں آئی، صبح سویرے اپنے پڑوسی کے پاس آیا اور اس سے سوال کیا: رات تمہارے گھر آنے والے مولانا کون تھے؟ اس نے کہا: وہ علامہ محمد تقی مجلسی تھے، اس سے ان کا ایڈرس معلوم کیا اور ان کی خدمت میں پہنچا اور ان کے سامنے توبہ کی اور نیک و صالح لوگوں میں ہو گیا!

گرمی پسندی تغیر دہ قضارا

علامہ محمد تقی مجلسی علیہ الرحمہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور گناہوں سے روکنے کے لئے بہت زیادہ دلسوز تھے جس محلہ میں رہتے تھے چند اوباش اور بدمعاش لوگ بھی رہتے تھے، جو جوا، شراب خوری اور رقص وسرور کی محفل سجایا کرتے تھے۔

اکثر اوقات جب ان سے ملاقات ہوتی تھی تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے تھے اور ان ہیں گناہوں کے ترک کرنے اور خدا کی عبادت کی دعوت دیا کرتے تھے۔

وہ تمام غنڈے اور ان کا سردار؛ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ سے پریشان اور ایک ایسے موقع کی تلاش میں تھے جس سے مجلسی علیہ الرحمہ سے نجات پا جائیں۔

ایک روز علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے ایک نیک وصالح اور سادہ انسان کو دیکھا تو اس سے کہا: شب جمعہ اپنا مکان ہمارے لئے خالی کر دے اور دعوت کا انتظام کر جس میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کو بھی دعوت دینا اور اس منصوبہ سے کوئی مطلع نہ ہونے پائے، ورنہ تیرے لئے آفت ہو جائے گی۔

چنانچہ پروگرام معمول کے مطابق برقرار ہوا، علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس خیال سے کہ ایک نمازی کے یہاں دعوت ہے، دعوت کو قبول کر لیا۔

تمام غنڈوں نے طے کیا کہ پہلے ہم سب لوگ وہاں جمع ہو جائیں گے اور ایک ناچنے والی عورت کو بلایا جائے گا، علامہ مجلسی کے آنے کے بعد جب محفل اچھی طرح سج جائے تو وہ رقّاصہ ننگے سر محفل میں وارد ہو اور طبل وغیرہ کے ساتھ ناچنے گانے میں مشغول ہو جائے!

اوراس وقت ایک شخص محلے کے مومنین کو جمع کر لے کہ یہ دیکھو کیا ہو رہا ہے!!

واعظان کین جلوه درمحراب ومنبر می کنند

چون به خلوت می روند آن کار دیگر می کنند

(واعظین مسجد ومنبر پر تو وعظ ونصیحت کرتے ہیں لیکن جب خلوت میں جاتے ہیں تو دوسرے کام کرتے ہیں)

شاید اس پروگرام کو دیکھ مجلسی علیہ الرحمہ ذلیل ہو جائیں اور اوراس کے بعد ہمیں ان سے نجات مل جائے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ جس وقت محفل میں وارد ہوتے تو صاحب خانہ دکھائی نہ دیا بلکہ اس کے بدلے وہاں پر بدمعاش اور گناہگار لوگ جمع ہیں، سب منہ بنائے ہوتے چاروں طرف بیٹھے ہوتے ہیں، علامہ موصوف نے اپنی ایمانی ذکاوت سے اندازہ لگالیا کہ کوئی نہ کوئی چال ضرور ہے! کچھ ہی دیر گزری تھی کہ پردہ اٹھا اور بناؤسنگھار کئے ایک رقاصہ نکلی اور طبل وطنبور کے ساتھ ناچنا گانا شروع کر دیا، اور مطرب انداز میں یہ شعر پڑھتے ہوتے مخصوص انداز میں ناچنا شروع کر دیا:

در کوی نیکنامان ما را گذر نباشد

گر تو نمی پسندی تغیر ده قضا را

نیک اور صالح لوگوں کی گلی سے ہمارا گزر نہیں ہوسکتا، اگر تمہیں پسند نہیں ہے تو قضا کو بدل دو

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ، عظیم الشان عارف وعابد کی آنکھیں میں آنسو بھر آئے اور خداوند عالم کی طرف خلوص کے ساتھ توجہ کی اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

گر تو نمی پسندی تغیر ده قضا را

(اگر تجھے پسند نہیں ہے تو قضا کو بدل دے)

اچانک کیا دیکھا کہ اس رقاصہ نے اپنا سر وصورت چھپانا شروع کر دیا، ساز وطبل کو زمین پر دے مارا اور سجدہ میں گر پڑی، اور دلسوز آواز میں ذکر ربّ کرنے لگی: یا ربّ، یا ربّ، یا ربّ، یا ربّ، اس نے توبہ اور استغفار کیا، دوسرے لوگ بھی خواب غفلت سے بیدار ہوتے اور اس ماجرے کو دیکھ رونے لگے، ان تمام لوگوں نے اس عظیم الشان عالم دین کے سامنے توبہ کی اور اپنے تمام گناہوں سے دوری اختیار کر لی۔[1]

ہارون الرشید کے بیٹے کی توبہ

صاحب کتاب ابواب الجنان، واعظ سبزواری اپنی کتاب جامع النورین (ص317) اور آیت اللہ نھاوندی نے اپنی کتاب خزینۃ الجواھر (ص291) میں تحریر کیا ہے: ہارون کا ایک بیٹا نیک وصالح تھا ایک پاکیزہ گوھر، ناپاک صلب سے جیسے کوئی

[1] اس واقعہ کو تبلیغی سفر (1970ء ھمدان) کے دوران آیت اللہ مرحوم آخوند ھمدانی سے سنا ہے۔

مروارید ہو، جواپنے زمانہ کے عابدوزاہدلوگوں کی بزم سے فیضیاب ہوتا تھا جن کی صحبت کے اثر سے دنیاوی زرق وبرق سے کنارہ کشی کئے ہوتے تھا، باپ کے طورطریقہ اور مقام وریاست کے خواب کوترک کئے ہوتے تھا، اس نے اپنے دل کو پاک وصاف کررکھا تھا حقیقت کی بلند شاخوں پراپنا گھر بنائے ہوتے تھااوردنیاوی چیزوں سے آنکھیں بند کئے تھا۔

ہمیشہ قبرستان میں جاتا اوران کوعبرت کی نگاہوں سے دیکھتااورقبروں کودیکھ دیکھ کرزاروقطارآنسو بہاتا تھا!

ایک روز ہارون کاوزیرمحفل میں تھا اثناءمحفل اس کالڑکاوہاں سے گزراجس کانام قاسم اورلقب مؤتمن تھا،جعفر برمکی ہنسنے لگے، ہارون نے ہنسنے کی وجہ معلوم کی تو جواب دیا:اس لڑکے کی حالت پر ہنستا ہوں جس نے تجھے ذلیل کردیا ہے، کاش یہ تمہارا بیٹا نہ ہوتا! یہ دیکھئے اس کے کپڑے، چال چلن عجیب ہےاور یہ غریب اورفقیروں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے، یہ سن کر ہارون بول اٹھا:اس کو حق ہے کیونکہ ہم نے ابھی تک اسے کوئی مقام ومنصب دیا ہی نہیں، کیا اچھا ہوکہ ایک شہر کی حکومت اس کودیدی جائے ،فرمان صادر کردیااوراس کواپنے پاس بلایا، اس کونصیحت کرتے ہوتے اس طرح کہا: میں چاہتا ہوں تجھے کسی شہر کی حکومت پر منصوب کروں، کس علاقہ کی حکومت چاہتے ہو؟

اس نے کہا: اے پدر! مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیجئے، مجھے خدا کی عبادت کا شوق حکومت کے شوق سے کہیں زیادہ ہے، یہ سوچ لوکہ میں تمہارا بیٹا نہیں ہوں۔

ہارون نے کہا: کیا حکومتی لباس میں خدا کی عبادت نہیں کی جاسکتی؟ کسی علاقہ کی حکومت قبول کرلو،تمہاراوزیر بھی کسی شائستہ شخص کوقراردےدوں گا تاکہ اکثر کاموں کودیکھتارہےاورتوعبادت خدامیں مشغول رہنا۔

ہارون اس چیز سے بےخبرتھایااپنے کوغافل بنائے ہوتے تھا کہ حکومت ائمہ معصومین اوراولیاءالٰہی کاحق ہے۔ظالموں، ستمگروں، غاصبوں اورطاغوتوں کی حکومت میں کسی شہر کی امارت قبول کرنا جہاں پر حکم الٰہی کونافذ نہ کیا جاسکے، اوراس کی درآمد سے کوئی بھی عبادت صحیح نہیں ہوگی کیونکہ یہ بالکل حرام مال ہے، اوراس عبادت سے خدابھی راضی نہیں ہوگا، نیز ظالم حکومت کی طرف سے کسی علاقہ کی امارت لینابغیرشرعی دلیل کےایک گناہ عظیم ہے۔

قاسم نے کہا: میں کسی بھی طرح کا کوئی منصوبہ قبول کرنے کے لئے تیارنہیں ہوں اورنہ ہی حکومت وامارت قبول کروں گا۔

ہارون نے کہا:توخلیفہ، حاکم اورایک وسیع وعریض زمین کے بادشاہ کا بیٹا ہے کیا وجہ ہے کہ تونےغریب وفقیرلوگوں کے ساتھ بیٹھ کر مجھے ذلیل ورسوا کردیا ہے؟ اس نے جواب دیا: تونے بھی مجھے نیک وصالح لوگوں کے درمیان ذلیل ورسوا کررکھا ہے کہ توایک ایسے باپ کا بیٹا ہے!

ہارون اورحاضرین مجلس کی نصیحت اس پرکارگرنہ ہوسکی،تھوڑی دیر کے لئے خاموش کھڑارہا۔

مصر کی حکومت اس کے نام لکھ دی گئی حاضرین اس کومبارکباداورتہنیت پیش کرنے لگے۔

جیسے ہی رات کا وقت آیا بغداد سے بصرہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا، صبح جب ڈھونڈا گیا تو اس کو نہ پایا۔

بصرہ کے اطراف میں رہنے والے عبد اللہ البصری کہتا ہے: بصرہ میں میرا ایک مکان تھا جس کی دیواریں خراب ہوچکی تھیں، ایک روز سوچا مکان کی گری ہوئی دیوار کو بنوادیا جائے مزدور کی تلاش میں نکلا، مسجد کے پاس ایک جوان کو دیکھا جو قرآن پڑھنے میں مشغول ہے اور بیلچہ اور ٹوکری لئے ہوتے ہے، میں نے اس سے سوال کیا: کیا کام کرنے کے لئے تیار ہو؟ اس نے کہا: ہاں، خداوند عالم نے ہمیں حلال رزق حاصل کرنے کے لئے کام اور زحمت کے لئے پیدا کیا ہے۔

میں نے کہا: آؤ اور ہمارے مکان میں کام کرو، اس نے کہا: پہلے میری اجرت طے کرو، بعد میں تمہارے کام کے لئے جاؤں گا، اس نے کہا: ایک درہم ملے گا، اس نے قبول کرلیا، شام تک اس نے کام کیا، میں نے اندازہ لگایا کہ اس نے دو آدمیوں کے برابر کام کیا ہے میں نے اس کو دو درہم دینا چاہے لیکن اس نے انکار کردیا، اور کہا: مجھے زیادہ نہیں چاہئے، دوسرے روز اس کی تلاش میں گیا لیکن وہ نہ ملا، اس کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا تو کچھ لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ صرف سنیچر کے روز کام کرتا ہے۔

ہفتہ کے روز صبح اس کی پہلی جگہ تلاش کے لئے گیا وہ مل گیا، اس کو لے گیا وہ دیوار بنانے میں مشغول ہوگیا، گویا غیب سے اس کی مدد ہوتی تھی، جیسے ہی نماز کا وقت ہوا، اس نے کام روک دیا، اپنے ہاتھ پیر دھوئے اور نماز واجب میں مشغول ہوگیا، نماز پڑھنے کے بعد پھر کام میں مشغول ہوگیا، یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا، اس کی مزدوری اس کو دی اور وہ چلا گیا، چونکہ میری دیوار مکمل نہیں ہوئی تھی دوسرے سنیچر تک صبر کیا تا کہ پھر اسی کو لے کر آؤں، سنیچر کے روز مسجد کے پاس اس کو تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملا، اس کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا تو کہا: دو تین دن سے بیمار ہے، اس کے گھر کا پتہ معلوم کیا ایک پرانے اور قدیم محلہ میں اس کا ایڈرس بتایا گیا، میں وہاں گیا دیکھا تو بستر علالت پر پڑا ہوا ہے اس کے سرہانے بیٹھ گیا اور اس کے سر کو اپنی آغوش میں لیا، اس نے آنکھیں کھولی تو سوال کیا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں وہی ہوں جس کے لئے تم نے دو دن کام کیا ہے، میرا نام عبد اللہ بصری ہے، اس نے کہا: میں نے تمہیں پہچان لیا، کیا تم بھی مجھے پہچاننا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں بتاؤ تم کون ہو؟

اس نے کہا: میرا نام قاسم ہے اور میں ہارون الرشید کا بیٹا ہوں!

جیسے اس نے اپنا تعارف کرایا مجھے فوراً ایک جھٹکا لگا اور لرزنے لگا، میرے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہا: اگر ہارون کو معلوم ہوگیا کہ میں نے اس کے بیٹے سے مزدوری کرائی ہے تو مجھے سخت سزا دے گا، میرے گھر کو ویران کرنے کا حکم دے دے گا۔ قاسم سمجھ گیا کہ وہ بری طرح ڈر گیا ہے، اس نے کہا: خوف نہ کھاؤ اور ڈرو نہیں، میں نے ابھی تک کسی سے اپنا تعارف نہیں کرایا ہے، اب بھی اگر مرنے کے قریب نہ ہوتا تو تمہیں بھی نہیں بتاتا، میں تم سے ایک خواہش رکھتا ہوں اور وہ یہ کہ جب میں دنیا سے چل بسوں تو جو شخص میری قبر تیار کرے یہ بیلچہ اور ٹوکری اس کو دیدینا اور یہ قرآن جو میرا مونس وھمدم تھا کسی قرآن پڑھنے والے کو دیدینا، اس نے اپنی انگوٹھی مجھے دی اور کہا: میرے مرنے کے بعد اگر تیرا گزر بغداد سے ہو تو میرا باپ سنیچر کے روز عام لوگوں سے

ملاقات کرتا ہے، اس کے پاس جانا اور اس کو یہ انگوٹھی دینا اور کہنا: تیرے بیٹا اس دنیا سے گزر گیا ہے، اور اس نے کہا ہے: تجھے مال دنیا جمع کرنے کا لالچ بہت زیادہ ہے، اس انگوٹھی کو بھی لے کر اپنے مال میں اضافہ کر لے، لیکن روز قیامت اس کا حساب بھی خود ہی دینا، کیونکہ مجھ میں حساب کی طاقت نہیں ہے، یہ کہتے کہتے اٹھنا چاہا لیکن اس کی طاقت جواب دی گئی، دوبارہ پھر اٹھنا چاہا لیکن نہ اٹھ سکا، اس نے کہا: اے عبداللہ! مجھے ذرا اٹھادو کیونکہ میرے مولا وآقا امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے ہیں، میں نے اس کو اٹھایا اور اچانک اس کی روح پرواز کر گئی، گویا ایک چراغ تھا جس میں ایک چنگاری اٹھی اور خاموش ہو گیا!

ایک آتش پرست کی توبہ

مشہور و معروف فقیہ عارف نامدار فیلسوف بزرگوار جناب ملا احمد نراقی اپنی عظیم الشان کتاب طاقدیس میں تحریر فرماتے ہیں:

جناب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کی طرف چلے جارہے تھے، راستہ میں ایک بوڑھا آتش پرست ملا جو گمراہی اور گناہوں سے آلودہ تھا، اس نے جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کہاں جارہے ہیں، کس سے باتیں کرنے جارہے ہو؟ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: کوہ طور پر جارہا ہوں، جس جگہ وہ بے انتہا نور کا مرکز ہے، وہاں جاتا ہوں تاکہ حضرت حق سے راز و نیاز اور مناجات کروں، اور تمہارے گناہوں اور خطاؤں کی معذرت کروں۔

اس آتش پرست نے کہا: کیا میرا پیغام بھی خدا کے پاس پہنچا سکتے ہو؟ جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تیرا پیغام کیا ہے؟ اس نے کہا: میری طرف سے اپنے پروردگار سے کہنا کہ اس خلقت کے جھرمٹ اور آفرینش کے بھیڑ میں میں تجھ کو خدا مانوں یہ میرے لئے ننگ و عار ہے، مجھے ہرگز اپنے پاس نہ بلانا اور مجھے تیری روزی کی منت اور تیرے احسان کی بھی ضرورت نہیں ہے، نہ تو میرا خدا ہے اور نہ میں تیرا بندہ! جناب موسیٰ علیہ السلام نے اس بے معرفت آتش پرست کی گفتگو کو سنا اور اس گستاخ کی گفتگو پر بہت جوش آیا، اپنے دل میں کہا: میں اپنے محبوب سے مناجات کرنے کے لئے جارہا ہوں، مناسب نہیں ہے کہ اس کے سامنے یہ سب نازیبا گفتگو بیان کروں، اگر خدا کا احترام کرتا ہوں تو ان باتوں کو بیان نہ کروں تو اچھا ہے۔

جناب موسیٰ علیہ السلام طور کی طرف روانہ ہو گئے، اس نورانی وادی میں خداوند عالم سے راز و نیاز کرنے لگے، گریاں کناں آنکھوں سے مناجات شروع کردی، اس خلوت میں ایسا کیف تھا کہ دوسرے اس سے بے بھرہ ہیں، خداوند عالم سے عاشقانہ گفتگو ہوئی، جب آپ راز و نیاز سے فارغ ہوتے اور وہاں سے واپس چلنے کا ارادہ کیا، خطاب ہوا: اے موسیٰ میرے بندے کا پیغام کیا تھا؟

عرض کیا: میں اس پیغام کو سناتے ہوتے شرم محسوس کرتا ہوں، تو خود علیم و بصیر ہے اور جانتا ہے کہ اس بوڑھے آتش پرست کافر نے تیرے شان میں کیا گستاخی کی ہے!

خطاب ہوا: اس زبان دراز کے پاس جانا اور میری طرف سے اس کو سلام کہنا اور اس کے بعد پیار ومحبت سے اس کا یہ پیغام سنانا:

اگر تجھے مجھ سے عار ہے، تو مجھے تجھ سے کوئی عار نہیں ہے ہرگز تجھ سے جنگ نہیں کروں گا، اگر تو مجھے نہیں چاہتا تو میں تو تجھے بہت چاہتا ہوں، تو اگر میری روزی اور رزق نہیں چاہتا میں اپنے فضل وکرم سے تجھے روزی عنایت کروں گا، اگر میری روزی کا احسان نہیں چاہتا تو میں بغیر احسان کے روزی عنایت کروں گا، میرا فیض سب کے لئے اور عام ہے، میرا لطف وکرم بے نھایت، ہمیشگی اور قدیم ہے۔ تمام لوگ میرے نزدیک بچوں کی طرح ہیں اور میرا فیض دودھ پلانے والی ایک خوش اخلاق ماں کی طرح ہے۔ ہاں بچے کبھی غصہ میں اور کبھی پیار میں پستان مادر کو اپنے منہ سے نکال دیتے ہیں لیکن ان کی ماں ان سے ناراض نہیں ہوتی، بلکہ پھر اپنی پستان ان کے منہ رکھ دیتی ہے۔

بچہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنے منہ کو بند کر لیتا ہے، ماں اس کے بند منہ کے بوسہ لینا شروع کر دیتی ہے، اور پیار بھرے انداز میں کہتی ہے: ارے میرے بچے! منہ نہ موڑ، دودھ بھری چھاتی کو منہ میں رکھ لے، اے میرے لاڈلے! دیکھ تو سہی میرے پستان سے بہار میں ابلنے والے چشمہ کی طرح دودھ جوش مار رہا ہے۔

جس وقت جناب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے، اس بوڑھے آتش پرست نے کہا: اگر میرے پیغام کا جواب لائے ہو تو بیان کرو۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے خدا کا پیغام اس کافر اور آتش پرست کو سنایا، کلام الٰہی نے اس کافر اور ملحد کے دل سے کفر کے زنگ کو دور کر دیا، وہ ایک گمراہ انسان تھا جو راہ حق سے دور ہو چکا تھا، خدا کا پیغام اس کے لئے ایک گھنٹی کی طرح تھا، وہ شب تاریک کی طرح اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، وہ جواب اس کے لئے نور خورشید کی طرح بن گیا۔

شرم وحیا کی وجہ سے سر جھک گیا، اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے اور زمین کی طرف دیکھنے لگا، تھوڑی دیر بعد اس نے سر اٹھایا اور اشک بھری آنکھوں اور سوز جگر کے ساتھ کہا: اے موسیٰ! تم نے میرے جسم میں آگ لگا دی ہے، جس سے میرا جسم وروح دھواں ہو گیا ہے، یہ کیا پیغام تھا جو میں نے خدا کی بارگاہ میں پیش کیا، میں بدبخت ہوں، افسوس مجھ پر، اے موسیٰ! مجھے ایمان کی تعلیم دیں، اے موسیٰ! مجھے حقیقت کا راستہ بتاؤ، خدایا کیا عجیب واقعہ پیش آیا، میری روح قبض کر لے تاکہ میں اس پریشانی سے نجات پا جاؤں!

جناب موسیٰ علیہ السلام نے ایمان، عشق، رابطہ کی گفتگو اور خدا سے راز ونیاز کا سلیقہ سکھایا، اور اس نے توحید کا اقرار کیا اور اپنے گزشتہ سے توبہ کی اور اس دنیا سے محبوب کی طرف کوچ کر گیا!

توبہ اور خدا سے صلح وصفا

1951ء میں جب شیعہ مرجعیت کی ذمہ داری، حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای بروجردی رحمۃ اللہ علیہ کے شانوں پر تھی، جو علم وعمل کے مجاہد اور باکمال نورانی چہرہ کے مالک تھے، اس وقت حقیر کی عمر نو سال تھی، توبہ کے سلسلہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا جس کا ذکر کرنا مناسب ہے۔

شہر تہران کے ایک محلہ میں ایک بہت قدرت مند آدمی تھا، جو واقعاً ایک اوباش اور غنڈا تھا اکثر غنڈے اس سے خوف زدہ رہتے تھے اور چاقو چھری مارنے والے بدمعاش بھی اس سے ڈرتے تھے۔

وہ کبھی شراب خوری، جوا، ڈکیتی اور جھگڑا فساد کرنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔

چنانچہ جب اس غنڈا گردی پر عروج تھا اس وقت لطف خدوندی اور اس کی رحمت نے اس کے دل پر اثر کیا اور جو کچھ بھی اس کے پاس تھا ان سب کو بیچ کر نقد پیسہ بنایا اور ایک سوٹ کیس میں بھر کر توبہ کرنے کے لئے شہر مقدس قم میں آیا اور حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای بروجردی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچا، اپنی مخصوص زبان میں اس عالم باعمل اور صاحب بصیرت سے گویا ہوا: جو کچھ بھی اس سوٹ کیس میں ہے سب مال حرام ہے، میں اکثر مال کے مالکوں کو نہیں جانتا، یہ میرے اوپر ایک بار ہے، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ میں آپ کے سامنے توبہ کروں اور اپنی اصلاح کروں۔

آیت اللہ بروجردی علیہ الرحمہ ایسے افراد سے ملاقات کرکے بہت خوش ہوتے تھے، چنانچہ اس سے فرمایا: نہ صرف پیسوں سے بھرا سوٹ کیس بلکہ اپنی قمیص شلوار کے علاوہ بدن کے سارے کپڑے بھی یہاں رکھ دو اور چلے جاؤ۔

چنانچہ اس نے یہ سن کر اپنے اوپر کے کپڑے اتار دیئے اور ایک شلوار قمیص میں ہی موصوف سے خدا حافظی کرکے روانہ ہوگیا۔

اس شخص کی توبہ کی وجہ سے حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای بروجردی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اس کو آواز دی، اور اس کو اپنے ذاتی پیسوں میں سے پانچ ہزار تومان دیئے اور اس کے لئے اسی خشوع وخضوع کی حالت میں خلوص کے ساتھ دعا کی۔

وہ شخص اس حالت میں تھران پلٹا کہ تواضع وانکساری اور محبت و پیار کو اپنا پیشہ بنالیا تھا، چنانچہ اس نے ان ہیں پانچ ہزار تومان کو حلال روزی کے لئے سرمایہ قرار دیا اور آہستہ آہستہ جائز درآمد حاصل ہونے لگی، چنانچہ ایک بڑی دولت اس نے حاصل کرلی، سال کے شروع میں اپنی درآمد کا خمس نکالتا تھا اور غریبوں کی بھی بہت زیادہ مدد کیا کرتا تھا۔

آہستہ آہستہ اس نے دینی پروگراموں میں شرکت کرنا شروع کی، آخر کار شہر تھران کے ایک اہم جلسہ کا بانی بن گیا۔

اس کا مذہبی جلسہ ان دنوں میں تھا جب حقیر کی عمر 25 سال تھی اور حوزہ علمیہ قم میں مشغول تحصیل علم تھا، محرم وصفر اور ماہ

رمضان المبارک میں تھران کی مساجداورامامبارگاھوں میں تبلیغ کے لئے جایا کرتا تھا۔

اسی حوالہ سے اس کے نورانی چہرہ سے آشنا ہوا، اس کے ایک دوست کے ذریعہ مرجع شیعہ کے ذریعہ اس کی توبہ کے بارے میں معلوم ہوا۔

اس سے دوستی ہوگئی اور کافی دنوں تک یہ دوستی برقرار رھی، چنانچہ جب وہ تقریباً 1987ء میں بیمار ہوئے، تو مجھے پیغام بھجوایا کہ اس کی عیادت کے لئے آجاؤں، حقیر نے روز جمعہ اس کی عیادت کے لئے پروگرام بنارکھا تھا لیکن شب جمعہ 11 بجے ہی اپنے اہل عیال کواپنے پاس جمع کیااور کہا: میں اس دنیا سے جانے والا ہوں۔

چنانچہ اس کے اہل خانہ نے حقیر سے بتایا کہ: مرنے سے آدھا گھنٹہ پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے میرے مولاوآقا! میں نے اپنے گزشتہ سے توبہ کی ہے، اورآپ کے راستہ پر چلنے کی کوشش کی، خلوص کے ساتھ آپ کے دربار میں خدمت کی اوراپنے مال کاایک تھائی حصہ جوانوں کی شادی کے لئے صندوق قرض الحسنہ میں طولانی مدت کے لئے رکھ دیا ہے، میری کوئی آرزونہیں، صرف یہ کہ اس دنیا سے جاتے وقت آپ کے جمال پُرنور کی زیارت ہوجائے!! چنانچہ آخری سانس آنے سے پہلے بہت خوش لہجہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو عاشقانہ سلام کیا، (جیسے امام حسین علیہ السلام سامنے موجود ہوں) اس وقت اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، اوراسی عالم اس دنیا چل بسے۔

تقویٰ و پرہیزگاری کےفوائد

"وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىفَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى"۔ [1]

اورجس نے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا ہے اوراپنے نفس کوخواہشات سے روک لیا ہے، تو بیشک، اس کا ٹھکانہ جنت ہوگی۔

انسان اوراس کی خواہشات

انسان بچپن سے آخری وقت تک دیکھتا، سنتا، چکھتا، لمس کرتا، سونگھتااور سعی وکوشش کرتا ہے۔

جس چیز کودیکھتا، سنتا، چکھتا، لمس کرتا، سونگھتااورکوشش کرتا ہے اسی کو چاہتا ہے۔

دیکھنے، سننے، چکھنے، لمس کرنے اورسونگھنے والی چیزوں کے مناظر بہت زیادہ دلربا ہوتے ہیں، چنانچہ ان ہیں مناظر کی وجہ سے انسان کے خواہشات بھی بہت زیادہ ہوجاتی ہیں۔

دیکھی ہوئی، اورسنی ہوئی یا مزہ دار چیزوں میں، ان اشیاء کا استعمال کرنا جوخوداس کے لئے، یا اس کے اہل خانہ اور معاشرہ کے لئے نقصان دہ ہو، حرام اورممنوع ہیں؛ خداوندعالم کے حکم سے حرام کردہ یہ سب چیزیں انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی ذریعہ

---

[1] سورۂ نازعات آیت، 40۔

بیان ہوئی ہیں، اور تمام چیزوں کا بیان کرنا رحمت پروردگار، انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی محبت کا نتیجہ ہے۔

انسان روپیہ پیسہ، غذا، لباس، زمین و جائداد، گاڑی، خواہشات نفسانی اور جاہ و مقام کی آرزو رکھتا ہے، لیکن یہ غور کرنا چاہئے کہ خواہشات بے قید و شرط کے نہ ہوں، ہماری خواہشات دوسروں کے حقوق کی پامالی کا سبب نہ بنیں، ہماری خواہشات کسی کا گھر یا معاشرہ کو درہم و برہم نہ کرڈالیں، ہماری خواہشات، انسانی شرافت کو نہ کھو بیٹھے ہماری، خواہشات اس حد تک نہ ہوں کہ انسان اپنی آخرت کو کھو بیٹھے اور غضب الٰہی کا مستحق بن جائے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نار جہنم میں جلتا رہے، اس چیز کی اجازت نہ شریعت دیتی ہے اور نہ عقل و منطق، آپ کسی بھی صاحب فطرت اور صاحب وجدان اور عقل سلیم رکھنے والے شخص سے سوال کرلیں کہ میں مال و دولت، مقام و منصب یا عورت کو حاصل کرنے کے بعد دوسرے کے حق کو پامال اور ان پر ظلم کرنا چاہتا ھوں، یا کسی کے دل کو جلانا یا کسی کا گھر برباد کرنا چاہتا ھوں تو دیکھئے وہ کیا جواب دیتا ہے، یا ان تمام سوالوں کو اپنی عقل و فکر اور وجدان سے پوچھ کر دیکھیں تو کیا جواب ملے گا؟

خود آپ اور دوسروں کی عقل صرف یہی جواب دے گی کہ ناجائز خواہشات کو ترک کردو، اور جس چیز کی خواہش ہے اسے اس طرح حاصل کرو جس طرح تمہارا حق ہے، اگر اس طرح آپ نے خواہشات پر عمل کیا تو نہ کسی کا کوئی حق ضائع ہوگا اور نہ ہی کسی پر ظلم ہوگا۔

اگر یہی سوال خدا، انبیاء اور ائمہ علیہم السلام سے کریں گے تو جواب ملے گا اگر تمہارا حق ہے تو چاھو، اور اگر تمہارا حق نہیں ہے تو اس چیز کی خواہش نہ کرو، قناعت کے ساتھ ساتھ حلال طریقہ سے خواہشات کو پورا کرو لیکن اگر تمہاری خواہشات غیر شرعی طریقہ سے ہو یا اجتماعی قوانین کے خلاف ہے تو یہ ظلم وستم ہے۔

اگر تمام خواہشات میں قوانین الٰہی اور معاشرتی حدود کی رعایت کی جائے تو زندگی کی سلامتی، حفظ آبرو، اور اخلاقی کمالات پر پہنچنے کا سبب ہیں، لیکن اگر ان خواہشات میں معاشرہ اور الٰہی قوانین کی رعایت نہ کی جائے تو انسان کی زندگی برباد ہوجاتی ہے، اس کی عزت خاک میں مل جاتی ہے اور انسان میں شیطانی صفات اور حیوانی خصلتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

بہر حال انسانی زندگی میں پیش آنے والی تمام خواہشات دو قسم کی ہوتی ہیں: حساب شدہ خواہشات، اور غیر حساب شدہ خواہشات۔

حساب شدہ وہ خواہشات ہوتی ہیں جو خدا کی مرضی کے مطابق ہوں، اور اس کی مرضی کے مطابق ہی انسان آرزو کرے، جو قوانین الٰہی اور اس کے حدود کے مطابق ہوں۔ اس وقت انسان مال و دولت چاہتا ہے لیکن حلال مال و دولت، مکان چاہتا ہے لیکن حلال، شھوانی خواہشات کی آگ بجھانا چاہتا ہے لیکن شرعی نکاح کے ذریعہ، مقام و منصب چاہتا ہے لیکن رضائے الٰہی اور محتاج لوگوں کی مدد کرنے کے لئے، T.V دیکھنا چاہتا ہے لیکن صحیح اور مناسب پروگرام، ان تمام صورتوں میں خواہشات رکھنے والا ایسا انسان مؤمن، بیدار، صاحب بصیرت، قیامت کو یاد رکھنے والا، ذمہ داری کا احساس کرنے والا، لوگوں سے نیکی اور

مہربانی کرنے والا، معاشرے کے سلسلہ میں دلسوز، رضائے الٰہی کو حاصل کرنے والا، دین و دنیا کی سعادت چاہنے والا اور جھاد اکبر کرنے والاھو جاتا ہے۔

غیر حساب شدہ خواہشات وہ ہوتی ہیں جن میں صرف نفس شامل ہوتا ہے، جن میں انانیت کی بو آتی ہو، جن کی وجہ صرف تکبر وغرور اور خودخواہی ہوتی ہے اور وہ ضلالت وگمراھی سے ظاہر ہوتی ہیں۔

اس صورت میں آدمی مال و دولت چاہتا ہے لیکن جس راہ سے بھی ہو اس کے لئے کوئی مشکل نہیں چاہے سود، چوری، غصب، مکاری، دھوکا فریب، رشوت وغیرہ کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو، مکان چاہتا ہے چاہے وہ اعزاء و دوستوں کے حق کو پامال کرنے سے ہو، شہوت کی آگ بجھانا چاہتا ہے چاہے استمناء، لواط زنا وغیرہ کے ذریعہ سے ہی کیوں نہ ہو، مقام ومنصب چاہتا ہے، چاہے دوسروں کو ان کے حق سے نامحروم کرنے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو، کچھ سننا چاہتا ہے چاہے غیبت، تہمت اور حرام موسیقی اور گانا ہی کیوں نہ ہو۔

ایسی خواہشات رکھنے والا شخص بے دین، ضعیف الایمان، دل کا اندھا، بے بصیرت، آخرت کو خراب کرنے والا، غضب الٰہی کا خریدنے والا اور ظلمت وگمراھی کے میدان میں شیطان کا نوکر ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے ایسی خواہشات رکھنے والے انسان کو ہواو ہوس کے غلام سے تعبیر کیا ہے۔

ھواو ہوس انسان کی اس باطنی قوت کا نام ہے جو انسان پر حکومت کرتی ہے، اور خود خدا کی جگہ قرار پاتی ہے، خود اپنی کو معبود کھلواتی ہے، انسان کو اپنا غلام بنالیتی ہے اور انسان کو خدا کی عبادت و اطاعت کرنے کے بجائے اپنی عبادت کے لئے مجبور کرتی ہے:

"اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا"۔ [1]

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات ہی کو اپنا خدا بنالیا ہے، کیا آپ اس کی بھی ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہے۔

انسان اپنی زندگی کے آغاز سے جس چیز کو دیکھتا ہے اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے، جس چیز کو سنتا ہے اس کے پیچھے دوڑتا ہے اور جس چیز کا دل چاہتا ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اپنے پیٹ کو حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر بھرتا ہے، شہوت کی آگ بجھانا چاہتا ہے چاہے جس طرح سے بھی ہو، مال و دولت کے حصول کے لئے، مقام وعہدہ پانے کے لئے کسی بھی حق کی رعایت نہیں کرتا، درحقیقت ایسا انسان ہواوھوس کے بت ساز کارخانہ میں داخل ہوجاتا ہے، جو کچھ ہی مدت کے بعد اپنے ھاتھوں سے بت تراشنا شروع کردیتا ہے، اور اس بت کو دل میں بسالیتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہوتے بت کی پوجا شروع کردیتا ہے!

---

[1] سورۂ فرقان آیت 43

افسوس کی بات ہے کہ بہت لوگوں کی عمر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا باطن بت خانہ بن جاتا ہے اور اس کی تلاش وکوشش کا ثمرہ ہوا پرستی کا بت ہوتا ہے اور ان کا کام اس بت کی عبادت کرنا ہوتا ہے، ایک عارف کے بقول:

انسانی نفس خود سب سے بڑا بت ہے

اس بت کی پوجا کرنے والے یہ لوگ کسی جاندار کی جان کو جان نہیں سمجھتے، کسی کی عزت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، کسی کے حق کی رعایت نہیں کرتے، ایک معاشرہ کی عزت وناموس کو پامال کردیتے ہیں، ہر چیز پر اپنا حق جتاتے ہیں لیکن دوسروں کے لئے کسی بھی طرح کے حق کے قائل نہیں ہوتے۔

خداوندعالم نے تمام بندوں کو دنیاوآخرت کی خیر وبھلائی کے لئے نفس اور اس کی بے حساب وکتاب خواہشات کی پیروی نہ کرنے کا حکم دیا ہے، اگر چہ ہوائے نفس کی مخالفت ظاہراً ان کے اور دوسروں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہو۔

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا..."۔ [1]

اے ایمان والو! عدل وانصاف کے ساتھ قیام کرو اور اللہ کے لئے گواہ بنو چاہے اپنی ذات یا اپنے والدین اور اقرباء ہی کے خلاف کیوں نہ ہوں جس کے لئے گواہی دینا ہے وہ غنی ہو یا فقیر، اللہ دونوں کے لئے تم سے اولیٰ ہے، لہٰذا تم ہوا وہوس کی پیروی نہ کرو، اور عدالت سے کام لو۔

قرآن مجید نے ہوائے نفس کے بت کی پیروی کو ضلالت وگمراھی، حق سے منحرف ہونے اور روز قیامت کو فراموش کرنے کا سبب بتایا ہے، اور قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب بیان کیا ہے۔

"وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ"۔ [2]

اور خواہشات کا اتباع نہ کرو کہ وہ راہ خدا سے منحرف کردے، بے شک جو لوگ راہ خدا سے بھٹک جاتے ہے ان کے لئے شدید عذاب ہے کہ انھوں نے روز حساب کو بالکل نظرانداز کردیا ہے۔

قرآن مجید نے عظمت خدا سے خوف زدہ اور ہوائے نفس سے مقابلہ کرنے کو بہشت میں داخل ہونے کا سبب بتایا ہے:

"وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی"۔ [3]

اور جس نے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا ہے اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا ہے، تو جنت اس کا ٹھکانہ

---

[1] سورۂ نساء، آیت 135۔

[2] سورۂ ص، آیت 26۔

[3] سورۂ نازعات آیت 40۔

اور مرکز ہے۔

قرآن مجید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے مشہور عالم بلعم باعور کے ایمان سے ہاتھ دھونے، روحانیت اور معنویت سے جدائی، مادیت سے آلودہ ہونے اور اس کے اندر پیدا ہونے والی بُری صفات کی وجہ، ہوائے نفس کی پیروی بتایا ہے:

"۔۔۔ وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۔۔۔"۔ [1]

۔۔۔لیکن وہ خود زمین کی طرف جھک گیا اور اس نے خواہشات کی پیروی اختیار کر لی تو اب اس کی مثال کتے جیسی ہے کہ اس پر حملہ کرو تو بھی زبان نکالے رہے اور چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہ اس قوم کی مثال ہے جس نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔۔۔

قرآن مجید نے غافلوں، ہوائے نفس میں گرفتار اور ذلیل و پست افراد کی اطاعت کرنے سے سخت منع کیا ہے:

"۔۔۔الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا"۔ [2]

۔۔۔اور ھرگز اس کی اطاعت نہ کرنا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے محروم کر دیا ہے اور وہ اپنے خواہشات کا پیروکار ہے اور اس کا کام سراسر زیادتی ہے۔

قرآن مجید کے مختلف سوروں (جیسے سورہ مائدہ، سورہ انعام، سورہ رعد، سورہ مومنون، سورہ قصص، سورہ شوریٰ، سورہ جاثیہ اور سورہ محمد 222) کے لحاظ سے ہوائے نفس کی پیروی کتب آسمانی کی تکذیب، گمراھی، ولایت خدا سے دوری، زمین و آسمان اور ان میں رہنے والوں میں فساد، نبوت سے دوری، استقامت کو کھو بیٹھنے، غافل اور جاہل لوگوں کے جال میں پھنسنے اور ان کے دل پر مہر لگنے کا سبب ہیں۔

ھوائے نفس کی غلامی کی پہچان درج ذیل چیزیں ہیں:

بُرا اخلاق، بُرا عمل، بے حساب و کتاب زندگی، دوسری مخلوق کے حقوق کی رعایت نہ کرنا، دوسروں پر ظلم و ستم کرنا، ترک عبادت، گناھان کبیرہ سے آلودہ ہونا، گناھان صغیرہ پر اصرار کرنا، غیظ و غضب اور غصہ سے کام لینا، لمبی لمبی آرزوئیں کرنا، نیک لوگوں کی صحبت سے دور ہونا اور گناہگار اور بُرے لوگوں کی صحبت سے لذت اٹھانا۔

جہاد اکبر

اگر ہوائے نفس میں گرفتار شخص اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتا ہے، اگر اپنے ماتحت لوگوں کی خیرخواہی چاہتا ہے، اگر

[1] سورۂ اعراف، آیت 176

[2] سورۂ کہف، آیت 28۔

اپنے باطن وعمل اور اخلاق کی اصلاح کرنا چاہتا ہےتو ایسے شخص کے لئے چارہ کار یہ ہے کہ ایک شجاع و بہادر فوج کی طرح ہوائے نفس سے جنگ کے لئے کھڑا ہوجائے اور اس بات پر یقین رکھے کہ اس جنگ میں خدا کی نصرت و مدد اور اس کی رحمت شامل حال ہوگی اور سوفی صد اس کی کامیابی اور ہوائے نفس کی شکست ہے۔

اگر اس جنگ میں کامیابی ممکن نہ ہوتی تو پھر انبیاءعلیہم السلام کی بعثت، ائمہ علیہم السلام کی امامت اور آسمانی کتابوں کا نزول لغو اور بے ہودہ ہوجاتا۔

چونکہ اس جنگ میں شریک ہونا اور اس میں کامیابی حاصل کرنا نیز ہوائے نفس کے بت کو شکست دینا سب کے لئے ممکن ہے، لہٰذا انبیاءعلیہم السلام کی بعثت، ائمہ علیہم السلام کی امامت اور آسمانی کتابوں کا نزول ہوا، اور اس سلسلہ میں سب پر خدا کی حجت تمام ہوگئیں، اور اب کسی کے پاس دنیا میں یا آخرت میں کوئی قابل قبول عذر نہیں ہے۔

لہٰذا انسان کو چاہئے کہ ہوائے نفس میں گرفتار ہونے اور اپنے باطن میں یہ خطرناک بت پیدا ہونے سے پہلے ہی خود اپنی حفاظت کرے اور ہمیشہ یادِ خدا میں غرق رہے، اور خود کو گناہوں سے محفوظ رکھے تاکہ یہ خطرناک بت اس کے دل میں گھر نہ بنالے اگر ایسا کرلیا اور اپنے نفس کو محفوظ رکھ لیا تو یہی عین کرامت اور شرافت ہے جس کے ذریعہ انسان میں تقویٰ اور انسانیت پیدا ہوتی ہے۔

لیکن جب انسان کے اندر غفلت کی وجہ سے یہ بت پیدا ہوجاتا ہے، اور ایک مدت کے بعد خدائی چمک یا نفسانی الہام، یا وعظ ونصیحت، یا نیک لوگوں کی سیرت کے مطالعہ کے بعد اس بت کے پیدا ہونے سے مطلع ہوجائے، اس کی حکومت کے خطرناک آثار سے آگاہ ہوجائے اور اس کے بعد بھی اس سے جنگ کے لئے قدم نہ اٹھائے، بلکہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے یا سستی سے کام لےتو کم از کم ایک واجب کے عنوان سے یا واجب سے بھی بالاتر خداوند عالم کے حکم کی اطاعت، اور انبیاء وائمہ علیہم السلام کی دعوت پر لبیک کہتے ہوتے اپنے اخلاق واعمال کی اصلاح کے لئے آگے بڑھے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوتے واجبات کو انجام دے، خدا کی عبادت کرے، نیک اور صالح افراد کے ساتھ بیٹھے، مال حرام سے پرہیز کرتے ہوتے ہوائے نفس کے بت سے جنگ کے لئے تیار ہوجائے کہ اس جنگ میں فتح کا سہرا اسی کے سر ہوگا، اس جنگ کو دینی تعلیمات میں جھاد اکبر کہا جاتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

اِنَّ النَّبِی بَعَثَ سَرِیَّۃً، فَلَمَّا رَجَعُوا قَالَ: مَرْحَباً بِقَوْمٍ قَضَوُا الْجِھادَ الاَصْغَرَ، وَبَقِی عَلَیھِمالْجِھادَ الاَکْبَرُ. فَقِیلَ یارَسُولَ اللهِ! وَمَا الْجِھادُ الاَکْبَرُ؟ قَالَ: جِھادُ النَّفْسِ. [1]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اصحاب کو جنگ کے لئے بھیجا، جب وہ اسلامی لشکر جنگ سے واپس لوٹا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرحبا، اس قوم پر جو جھاد اصغر انجام دے کر آرہی ہے، اور جھاد اکبر ان کے ذمہ باقی ہے۔لوگوں نے

[1] وسائل الشیعہ، ج15، ص161، چاپ آل البیت باب 1 حدیث 20208

سوال کیا: یارسول اللہ! جھاد اکبر کیا چیز ہے، تو آپ نے فرمایا:

جھاد بالنفس (یعنی اپنے نفس سے جنگ کرنا)

یہ بات واضح ہے کہ نفس سے جنگ، خود نفس سے جنگ کرنا نہیں ہے بلکہ اس کے خطرناک پہلو سے جنگ کرنا مراد ہے جس کو قرآن کریم نے ہوا و ہوس کا نام دیا ہے۔

ھوائے نفس کے مقابل لڑنا اور جھاد کرنا ہر دوسرے جھاد سے بالاتر ہے، ہوائے نفس سے ہجرت کرنے والے کی ہجرت ہر ہجرت سے افضل ہے، اور اس جھاد کا ثواب ھر دوسرے ثواب سے بہتر ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کہ خود آپ نفس سے جھاد کرنے والوں میں بے نظیر ہیں؛ فرماتے ہیں:

مَا الْمُجَاهِدُ الشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَعْظَمَ اَجْراً مِمَّنْ قَدَرَ فَعَفَّ، لَكَادَ الْعَفِيفُ اَنْ يكُونَ مَلَكاً مِنَ الْمَلاَئِكَةِ۔ [1]

راہ خدا میں جھاد کر کے شہید ہوجانے والا اس سے زیادہ اجر کا حقدار نہیں ہوتا ہے جتنا اجر اس شخص کے لئے ہے جو اختیارات کے باوجود عفت سے کام لے کہ عفیف و پاکدامن انسان قریب ہے کہ وہ صفوف ملائکہ میں شمار ہو۔

اصلاح نفس کا طریقہ

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے پیش نظر، معتبر اسلامی کتابوں اور قرآن مجید میں احکام الٰہی بیان ہوتے ہیں، اسی طرح آسمانی کتابوں کے پیش نظر خصوصاً قرآن مجید میں جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندۂ جاوید معجزہ ہے، نیز ائمہ علیہم السلام کی امامت کہ جن کے ارشادات زندگی کے ہر پہلو کے لئے کتب حدیث میں موجود ہیں، اسی طرح انسانی فطرت، عقل اور وجدان کے پیش نظر جو انسان کے پاس الٰہی امانتیں ہیں اور دنیا و آخرت کے لئے مفید سرمایہ ہیں، لہٰذا ان تمام معنوی اور روحانی امور کے ذریعہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں سب انسانوں پر خدا کی حجت تمام ہوچکی ہے، کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسان کے لئے اصلاح کا راستہ بند ہوگیا ہے یا یہ کہ انسان میں اصلاح کے راستہ پر چلنے کی طاقت نہیں ہے، یا انسان اپنے اعمال و اعتقادات اور اخلاق میں مجبور ہے؟

مسلّم طور پر ان تمام مسائل کا جواب منفی ہے، اصلاح کا راستہ روز قیامت تک سب کے لئے کھلا ہے، اور اس راستہ پر چلنے کی طاقت ہر انسان میں موجود ہے، اور انسان کسی بھی اعتقاد و عمل اور اخلاق کے سلسلہ میں مجبور نہیں ہے۔

ہمیشہ تاریخ میں ایسے افراد ملتے ہیں جنھوں نے گناہوں میں مبتلا ہونے، معصیت سے آلودہ ہونے اور ہوائے نفس کا اسیر ہونے کے بعد اپنے گناہوں سے توبہ کی اور معصیت کی گندگی سے پاک اور ہوائے نفس کی غلامی سے آزاد ہوگئے، جو خود اس

---

[1] نہج البلاغہ، حکمت 474۔

بات کی دلیل ہے کہ نہ تو اصلاح کا راستہ بند ہے اور نہ انسان بُرے کام کرنے پر مجبور ہے۔

یقیناً اس طرح کے بے بنیاد مسائل اور بے دلیل مطالب انسانی تہذیب میں ان لوگوں کی طرف سے داخل ہو گئے جو اپنے گناہوں پر عذر پیش کرنا چاہتے ہیں یا دنیاوی لذتوں کے شکار ہو چکے ہیں، وہ خود بھی خواہشات اور ہوا و ہوس میں گرفتار ہو چکے ہیں اور دوسرے کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

یہ لوگ اپنی باتوں کے بے بنیاد ہونے سے آگاہ ہیں اور اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ باتیں بے دلیل اور علم و منطق کے برخلاف ہیں اگر چہ ان باتوں کو کبھی کبھی تہذیبی و نفسیاتی ماھرین یا مشرقی اور مغربی یونیورسٹی کے اساتید کی زبان سے سنتے ہیں جن پر شھوتوں کا بھوت سوار رہتا ہے:

"بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ". [1]

بلکہ انسان خود بھی اپنے نفس کے حالات سے خوب باخبر ہے۔ چاہے وہ کتنے ہی عذر کیوں نہ پیش کرے۔

کیا وہ افراد جو حیلہ اور مکاری، دھوکا اور فریب اور ریا کاری کرتے ہیں، اور دوسروں کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں، یا کسی بے بنیاد مسئلہ کو علمی رنگ دے کر پیش کرتے ہیں یا اپنا واقعی چہرہ مخفی رکھتے ہیں یا عوام الناس کو دھوکہ میں ڈال کر ان پر حکومت کرنا چاہتے ہیں یا کسی قوم و ملت کو بے بنیاد مکتب لیکن علمی رنگ دے کر لوگوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں، کیا یہ لوگ خود معاشرہ میں پیش کرنے والے مسائل کے بارے میں آشنائی نہیں رکھتے؟!

قرآن مجید کے بیان کے مطابق یہ لوگ ان تمام مسائل کو جانتے ہیں لیکن یہ وہ افراد ہیں جنھوں نے انسانی زندگی کے آب حیات کو ہمیشہ مٹی سے آلودہ کر دیا ہے تاکہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے خوب مچھلی پکڑ سکیں۔

بے شک اس ماحول میں گمراھی اور ضلالت پائی جاتی ہے، یہاں پر نخوت و تکبر اور جہالت کا دور دورہ ہے۔

ایسے لوگ جو حقائق کائنات اور خالق کے وجود کا انکار کرتے ہیں، اور خداوند عالم کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں، ان لوگوں کا یہی کام ہونا بھی چاہئے، بے بنیاد اور باطل مسائل ہی ان کے ذہن میں خطور کر سکتے ہیں، اس کے بعد اس کو ایک آئین و مکتب فکر قرار دیدیتے ہیں، تاکہ دوسرے لوگوں کو حقائق سے اور خداوند عالم سے دور کر دیں۔

یہ لوگ زمین پر فتنہ و فساد، نسل کشی، تباھی و بربادی اور قوم و ملت کو گناہ و معصیت میں آلودہ کرنے کے علاوہ کوئی ہدف نہیں رکھتے۔

"وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ". [2]

اور جب آپ کے پاس سے منہ پھیرتے ہیں تو زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کھیتیوں اور نسلوں کو

---

[1] سورہ قیامت، آیت ۱۴۔۱۵۔

[2] سورہ بقرہ آیت ۲۰۵

برباد کرتے ہیں جب کہ خدا فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔

صھیو نیزم کے رہنماؤں نے اپنی پروٹوکل "Protocole" کتاب میں لکھا ہے: ہم نے داروین، مارکس اور نیچہ کی کامیابی کوان ہیں نظریات پر بنیادرکھی ہے،اورجس کے برے اثرات ہمارے لئے بہت واضح ہیں(جس کا اثر غیر یہودی لوگوں پرہورہاہے)

یہودیت کے اپنے تین دانشوروں : مارکس،فرویڈاور ڈرکائم کے ذریعہ داروین اور تدریجی ترقی پیش کی گئی جس سے یورپ میں موجود فضیلت کو بالکل ختم کر دیا ہے،ان تینوں دانشوروں نے ہمیشہ دین کی توھین کی ہے،ان لوگوں نے دین کی صورت کو بگاڑ کر بدصورت بنا کر پیش کیا ہے۔227

ان لوگوں نے اپنے سے وابستہ دانشوروں کے نظریات کی بدولت کسی بھی انسانی فضیلت کوخراب کئے بغیر نہیں چھوڑا، کیونکہ انھوں نے خالق کائنات کے رابطہ سے لے کر عالم ہستی نوع بشر کے تمام رابطوں کو فاسد او رتباہ و برباد کردیا ہے، انہیں خرافات میں بدل دیا ہے۔

ان کے اصلی انحرافات خدا کے بارے میں ہیں اسی طرح انسان کا خدا سے کیا تعلق ہے یا اس کائنات کا خدا سے اور خدا کا اس سے کیا ربط ہے، نیز انسان کا رابطہ دنیا سے اور دنیا کا رابطہ انسان سے کیا ہے،خلاصہ یہ کہ انھوں نے ان تمام چیزوں میں انحراف پیدا کردیا ہے۔

زندگی کا تصور، زندگی کے اہداف و مقاصد، انسانی نفس،ایک انسان کا دوسرے انسان سے رابطہ، بیوی شوہر کا رابطہ اورمعاشرہ کا رابطہ غرض یہ کہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں انحراف پیدا کرڈالا ہے۔

انہی غلط اور خطرناک انحرافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کی حقیقی زندگی ہوائے نفس سے متاثر ہوگئی،انسان طاغوت کے سامنے جھک گیا ہے،شہوت میں گرفتار ہوگیا ہے، چنانچہ ہرروز فتنہ وفساد میں اضافہ ہوتا چلا جارہاہے،اوران ہلاک کنندہ فساد کی انتہا اس وقت ہوگی جب خدکو بے تاثیر معبود قرار دیا جانے لگے گا اور دوسرے باطل معبودوں کوانسانی زندگی پر قبضہ ہوجائے گا۔[1]

یہ لوگ (بقول خود) اپنی علمی چھلانگ کے ذریعہ اس جگہ پہنچ چکے ہیں کہ دنیا کے اکثر لوگوں کو یہ یقین کرادیا کہ اقتصاد، اجتماع اور تاریخ کی طاقت ہی انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے اورانسان کواس کی مرضی کے بغیر اپنے تحت لے کراس کو مسخر کرلیا ہے۔

ان بے بنیاد اور باطل گفتگو نے امریکہ اور یورپ میں بہت سے لوگوں خصوصاً جوانوں کواس جگہ پہنچادیا ہے کہ آج کل کے انسان کی زبان پر یہ نعرہ ہے:

میں قید وبند کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہوں، مجھے اپنی مرضی سے اپنی زندگی کومنظم کرنا چاہئے!

---

[1] سوروں کی ترتیب کے لحاظ سے آیات نمبر77۔150۔37۔71۔50۔15۔23۔16

میں اپنے عقائداور طرز زندگی کو اپنی عقل کے لحاظ سے تنظیم کرنا چاہتا ھوں۔

میں اس وقت اور آئندہ کی زندگی کو مستقل طور پر اور خدا کی سر پرستی کے علاوہ ہی منظم کرنا چاہتا ھوں!

چنانچہ انسان ان ہیں چیزوں کی وجہ سے خدا کی حمایت سے دور ہوتا جارہا ہے اور شیطان کے مکر وفریب میں پھنستا جارہا ہے۔

اسی نظریہ اور غرور کی وجہ سے پوری دنیا میں ظلم وستم کا بول بالا ہے، اور انسان مختلف غلامی کی ذلت میں گرفتار ہوگیا ہے بعض لوگ مال ودولت کے غلام، بعض لوگ حکومت کے غلام اور بعض لوگ ڈیکٹیٹری کے غلام اور بعض شہوت اور مستی کے غلام بن گئے ہیں۔

اسی وجہ سے ساری دنیا میں فسق وفجور پھیلا ہوا ہے، اور تمام جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو گناہوں کے کھنڈر میں گرادیا ہے۔

اسی انحراف کی وجہ سے انسان جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے اور ماڈرن ممالک کے ہسپتالوں میں ان دیوانوں کے لئے جگہ نہیں ہے، دوسری طرف سے مُڈرنیزم پرستی، فلم اور فلمی ستاروں اور دوسری شھوتوں نے انسان کو اپنی حقیقت کے بارے میں غور وفکر کرنے سے روک دیا ہے جس سے اس کی تمام عمر یونہی غفلت وتباھی میں برباد ہوتی جارہی ہے۔

اس منحوس زندگی کے نتائج نے (جس نے انسان کے ظاہر و باطن کو آلودگی، انحراف اور فسق وفجور میں غرق کردیا ہے) دنیا بھر کے بہت سے لوگوں کو مایوس کردیا ہے ان کی روح میں یاس وناامیدی پیدا ہوگئی ہے، اپنی فطرت کو برداشت نہ کرتے ہوتے کہتے ہیں کہ انسان کے لئے اصلاح کا راستہ بند ہے اور اگر کھلا بھی ہوتو انسان میں اس راستہ پر چلنے کی طاقت نہیں ہے، اور نسبتاً اپنے سکون کے لئے کہتے ہیں: انسان اپنے تمام امور میں قضاوقدر اور جبر کا تابع ہے، یعنی انسان خود کچھ نہیں کرسکتا جیسا اس کی تقدیر میں ہوگا ویسا ہوکر ہیر ہے گا۔

حقیقی اسلام کی ثقافت نے مذہب شیعہ اثناعشری میں ایک خاص روشنی پیدا کردی ہے، قرآنی آیات اور ائمہ علیہم السلام کی تعلیمات کے پیش نظر دلیل وحکمت اور منطق وبرہان کے ساتھ یہ اعلان ہوتا ہے کہ کسی بھی انسان کے لئے اصلاح کا راستہ بند نہیں ہے اور قیامت تک کسی بھی انسان کے لئے بند نہیں ہوگا، نیز اس راستہ پر چلنا ہر خاص وعام کے لئے ممکن ہے، اگر چہ مختلف گناہوں سے آلودہ ہوں، اور انسان کے اعمال وعقائد اور اس کا اخلاق قضاوقدر کے تابع نہیں ہے، بلکہ انسان اپنے اختیار سے سب کچھ کرتا ہے۔

قارئین کرام! انسان کی خیر وبھلائی، پاکیزگی اور پاکدامنی کے لئے دینی تعلیمات کی طرف ایک اشارہ کرنا مناسب ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا:

اِنَّكَ قَدْ جُعِلْتَ طَبِيبَ نَفْسِكَ، وَبُيِّنَ لَكَ الدّاءُ، وَعُرِّفْتَ آيَةَ الصِّحَّةِ، وَ دُلِلْتَ عَلَى الدَّوَاءِ،

فَانْظُرْ كَيْفَ قِيَامُكَ عَلَى نَفْسِكَ۔ [1]

بے شک تم اپنے کو ایک طبیب کی طرح قرار دو، تمہیں مشکلات اور مرض کے بارے میں بتادیا گیا، اور صحت کی نشانیوں کو بھی بیان کردیا گیا ہے، تمہاری دوائی بھی بتادی گئی ہے، لہٰذا نتیجہ کے بارے میں غور وفکر کرو کہ کس طرح اپنی حالت کی اصلاح کے لئے قدم بڑھا سکتے ہو۔

جی ہاں انسان اپنی حالت سے خوب واقف ہے اس کا درد باطل عقائد، شیطانی بداخلاقی اور غیر صالح اعمال ہیں جن کی تفصیل قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہے، صحیح ایمان، اخلاق حسنہ، باطنی سکون اور عمل صالح یہ تمام چیزیں سلامتی اور صحت کی نشانی ہیں، توبہ واستغفار، تقویٰ، عفت اور گناہوں سے مقابلہ ان تمام دردوں کی دوا ہے، لہٰذا انسان کو ان تمام حقائق کے ذریعہ مدد حاصل کرتے ہوتے اپنی اصلاح کے لئے قدم اٹھانا چاہئے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے آباء واجداد علیہم السلام کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام سے فرمایا:

يَا عَلِي، اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ اَصْبَحَ لاَ يَهُمُّ بِظُلْمِ اَحَدٍ۔ [2]

یاعلی! سب سے بہتر اور افضل جہاد یہ ہے کہ انسان صبح اٹھے تو کسی پر ظلم وستم کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

اگر انسان ہر روز گھر سے باہر نکلتے وقت کسی شخص پر یہاں تک کہ اپنے دشمن پر بھی ظلم کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور ان کی نسبت خیر ونیکی کی نیت ہو اور لوگوں کی خدمت کے علاوہ کوئی دوسرا قصد نہ ہو تو پھر اگر یہی صورت حال رہی تو انسان کے اندر نور ایمان پیدا ہوجاتا ہے اور ظاہری اصلاح ونیکی سے مزین ہوجاتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ مَلَكَ نَفْسَهُ اِذَا رَغِبَ، وَاِذَا رَهِبَ، وَاِذَا شْتَهَى، وَاِذَا غَضِبَ، وَاِذَا رَضِيَ، حَرَّمَ اللهُ جَسَدَهُ عَلَى النَّارِ۔ [3]

اگر انسان رغبت، خوف، خواہشات، غیظ وغضب اور خوشی وغم کے وقت اپنے کو گناہ ومعصیت اور ظلم وستم سے محفوظ رکھے تو خداوندعالم اس کے بدن کو آتش دوزخ پر حرام کردیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے:

---

[1] من لا یحضر الفقیہ: ۳۵۲، باب النوادر، حدیث ۵۷۶۲؛ وسائل الشیعہ: ۱۵ / ۱۶۲، باب ۱ حدیث ۲۰۲۱۴
[2] کافی: ۲ / ۴۵۴، باب محاسبۃ العمل، حدیث ۶؛ وسائل الشیعہ: ۱۵ / ۱۶۱، باب ۱، حدیث ۲۰۲۱۰.
[3] امالی صدوق: ۳۲۹، مجلس ۵۳، حدیث ۷؛ ثواب الاعمال: ۱۵۹؛ وسائل الشیعہ: ج ۱۵، ص ۱۶۲، باب ۱، حدیث ۲۰۲۱۵.

نَبِّهْ بِالتَّفَكُّرِ قَلْبَكَ، وَجَافِ عَنِ اللَّيلِ جَنْبَكَ، وَاتَّقِ اللهَ رَبَّكَ۔ [۱]

اپنے دل کو غور وفکر کے ذریعہ بیدار رکھو، رات کو عبادت کرو، اور زندگی کے تمام امور میں تقویٰ الٰہی اختیار کرو۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اَلتَّفَكُّرُ يدعُوا اِلَى الْبِرِّ وَالْعَمَلِ بِهِ۔ [۲]

تمام امور میں تفکر اور غور وفکر کرنے سے انسان میں نیکی اور عمل صالح کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے اخلاقی کرامت اور شرافت تعلیم فرمائیں، تو اس وقت امامؑ نے فرمایا:

اَلْعَفْوُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَصِلَةُ مَنْ قَطَعَكَ، وَاِعْطاءُ مَنْ حَرَمَكَ، وَقَوْلُ الْحَقِّ وَلَوْ عَلَى نَفْسِكَ۔ [۳]

جس نے تجھ پر ظلم کیا ہواس کو بخش دے اور جس نے تجھ سے قطع تعلق کیا ہواس سے صلہ رحم کر، جس نے تجھے محروم کردیا ہواس کو عطا کر، اور حق بات کہہ اگرچہ تیرے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر کسی کے لئے بُرے کام یا حرام طریقہ سے شہوت بجھانے کا موقع آجائے لیکن خوف خدا کی وجہ سے اس کام سے اجتناب کرے تو خداوندعالم (بھی) اس پر آتش جہنم کو حرام کردیتا ہے، اور روز قیامت کی عجیب وغریب وحشت سے نجات دیدیتا ہے، اور اپنی کتاب میں دیئے ہوتے وعدہ کو وفا کرتا ہے کہ جہاں ارشاد ہوتا ہے: جوشخص اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے اس کے لئے دوجنت ہیں۔

جان لو! کہ اگر کسی شخص نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تو روز قیامت اس حال میں خدا سے ملاقات کرے گا کہ عذاب الٰہی سے نجات دلانے والی کوئی نیکی اس کے پاس نہ ہوگی، لیکن اگر کوئی آخرت کو دنیا پر ترجیح دے اور فنا ہونے والی دنیا کو اپنا معبود قرار نہ دے تو خداوندعالم اس سے راضی وخوشنود ہوجاتا ہے اور اس کی برائیوں کو بخش دیتا ہے۔ [۴]

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

قَوْمٌ يعْمَلُوْنَ بِالْمَعَاصِي وَ يقُولُونَ :نَرْجُو، فَلاَ يزالُونَ كَذَلِكَ حَتَّى يأتِيهُم الْمَوتُ !فَقَالَ:هؤُلاَءِ قَومٌ يتَرَجَّحُوْنَ فِي الْاَمَانِي، كَذَبُوا ،لَيسُوا بِراجين،اِنَّ مَنْ رَجَا شَيئاً طَلَبَهُ، وَمَنْ خَافَ مِنْ

---

[۱] کافی: ۲:۵۴، باب التفکر، حدیث۱؛ بحار الانوار: ۶۸/۳۱۸، باب ۸۰، حدیث۱

[۲] کافی: 2454، باب محاسبۃ العمل، حدیث6؛ وسائل الشیعہ: 15161، باب1، حدیث 20210۔

[۳] امالی صدوق: 329، مجلس 53، حدیث7؛ ثواب الاعمال: 159؛ وسائل الشیعہ: ج15ص162، باب1، حدیث 20215۔

[۴] کافی: 254، باب التفکر، حدیث1؛ بحار الانوار: 68318، باب80، حدیث1۔

شَیءٍ هَرَبَ مِنۡهُ۔ [1]

ایک گروہ، گناہگار اور اہل معصیت ہے لیکن وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمان گناہوں کے باوجود بھی امید وار ہیں، اور اسی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور اسی حالت میں مرجاتے ہیں! امامؑ نے فرمایا: یہ لوگ امید کے اہل نہیں ہیں، کیونکہ کسی چیز کی امید کرنے والا شخص اس سلسلہ میں کوشش کرتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اس سے دور بھاگتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے درج ذیل آیت کے بارے میں فرمایا:

"وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ"۔ [2]

مَنۡ عَلِمَ اَنَّ اللهَ يَرَاهُ، وَ يَسۡمَعُ مَايَقُولُ، وَيَعۡلَمُ مَا يَعۡمَلُهُ مِنۡ خَيۡرٍاَوۡ شَرٍّ، فَيَحۡجُزُهُ ذٰلِكَ عَنِ الۡقَبِيحِ مِنَ الاَعۡمَالِ، فَذٰلِكَ الَّذِي خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوىٰ۔ [3]

جو شخص جانتا ہے کہ خدا مجھے دیکھتا ہے اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو سنتا ہے، اور جو نیکی یا برائی انجام دیتا ہوں اس کو دیکھتا ہے، چنانچہ یہی توجہ اس کو برائیوں سے روکتی ہے، اور ایسا شخص ہی عظمت خدا سے خوف زدہ اور اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روکتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے عمرو بن سعید سے فرمایا:

اُوصِيكَ بِتَقۡوَى اللهِ وَالۡوَرَعِ وَالاِجۡتِهَادِ، وَاعۡلَمۡ اَنَّهُ لاَ يَنۡفَعُ اِجۡتِهَادٌ لاَ وَرَعَ فِيهِ۔ [4]

میں تم کو تمام امور میں تقویٰ الٰھی، گناہوں سے دوری، عبادت میں کوشش، اور خدمت خلق کی سفارش کرتا ہوں، جان لو کہ جس کوشش میں گناہوں سے دوری نہ ہوں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

عَلَيۡكَ بِتَقۡوَى اللهِ، وَالۡوَرَعِ، وَالاِجۡتِهَادِ، وَ صِدۡقِ الۡحَدِيثِ، وَاَدَاءِ الاَمَانَةِ، وَ حُسۡنِ الۡخُلۡقِ، وَحُسۡنِ الۡجِوَارِ، وَ كُونُوا دُعَاةً اِلَى اَنۡفُسِكُمۡ بِغَيۡرِ اَلۡسِنَتِكُمۡ، وَ كُونُوا زَيۡناً وَلاَتَكُونُوا شَيۡناً، وَعَلَيۡكُمۡ بِطُولِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، فَاِنَّ اَحَدَكُمۡ اِذَا اَطَالَ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ هَتَفَ اِبۡلِيسُ مِنۡ خَلۡفِهٖ وَقَالَ: يَا وَيۡلَهُ،

---

[1] کافی: 255، باب التفکر، حدیث 5؛ وسائل الشیعہ: 15196، باب 5، حدیث 20262۔

[2] سورہ رحمٰن، آیت ۴۶.

[3] عن رسول اللهﷺ فی حديث المناهی، قال: من عرضت له فاحشة او شهوة فاجتنبها مخافة الله عزوجل حرم الله عليه النار، وآمنه من الفزع الاكبر، وانجز له ما وعده فی كتابه فی قوله تعالىٰ "وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ"، الا ومن عرضت له دنيا و آخرة فاختار الدنيا على الاخرة، لقى الله عزوجل يوم القيامة و ليست له حسنة يتقى بها النار، ومن اختار الآخرة وترك الدنيا، رضى الله عنه وغفر له مساوى عمله۔

[4] کافی: 268، باب الخوف والرجاء، حدیث 5؛ وسائل الشیعہ: 15216، باب 13، حدیث 30312

اَطَاعَ وَعَصَیتُ، وَسَجَدَ وَاَبَیتُ۔ [1]

تمام امور میں تقویٰ الٰہی اختیار کرو، گناہوں سے بچو، عبادت خدا اور خدمت خلق میں کوشش کرتے رہو، صداقت و امانت کا لحاظ رکھو، حسن خلق اپناؤ، پڑوسیوں کا خیال رکھو، اپنی زبانوں کے علاوہ اپنی نفسوں کے ذریعہ بھی دین حق کی دعوت دو، دین کے لئے باعث زینت بنو، دین کے لئے ذلت کا

باعث نہیں، نمازوں میں اپنے رکوع و سجود طولانی کرو، ایسا کرنے سے شیطان فریاد کرتا ہے: ھائے افسوس! یہ شخص اطاعت کررہاہے، اور میں نے خدا کی مخالفت کی، یہ سجدہ کررہاہے اور میں نے نہیں کیا!

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا:

ثَلاثَةٌ مَنْ لَقِیَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ بِهِنَّ فَهُوَ مِنْ اَفْضَلِ النَّاسِ: مَن اَتَی اللهَ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا افْتَرَضَ عَلَیهِ فَهُوَ مِنْ اَعْبَدِ النَّاسِ، وَمَنْ وَرِعَ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ فَهُوَ مِنْ اَوْرَعِ النّاسِ، وَمَنْ قَنَعَ بِمَا رَزَقَهُ اللهُ فَهُوَ مِنْ اَغْنَی النَّاسِ۔ ثُمَّ قَالَ: یَاعَلِی! ثَلاثٌ مَنْ لَمْ یَکُنَّ فِیهِ لَمْ یَتِمَّ عَمَلُهُ: وَرَعٌ یَحْجُزُهُ عَنْ مَعَاصِی اللهِ، وَخُلُقٌ یُدَارِی بِهِ النَّاسَ، وَحِلْمٌ یَرُدُّ بِهِ جَهْلَ الْجَاهِلِ - اِلیٰ اَنْ قَالَ - یَاعَلِی! اَلاِسْلامُ عُرْیَانٌ، وَلِبَاسُهُ الْحَیاءُ، وَ زِینَتُهُ الْعِفَافُ، وَمُرُوَّتُهُ الْعَمَلُ الصّالِحُ، وَعِمَادُهُ الْوَرَعُ۔ [2]

جو شخص تین چیزوں کے ساتھ خدا سے ملاقات کرے گا وہ بہترین لوگوں میں سے ہوگا، جو شخص اپنے اوپر واجب چیزوں پر عمل کرے گا، وہ بہترین لوگوں میں سے ہوگا، اور جو شخص خدا کی حرام کردہ تمام چیزوں سے پرہیز کرے گا وہ بندوں میں پارسا ترین شخص ہوگا، اور جو شخص خدا کی عطا کردہ روزی پر قناعت کرے گا، وہ سب سے بے نیاز شخص ہوگا، اس کے بعد فرمایا: یاعلی! جس شخص میں یہ تین چیزیں نہ ہوں اس کا عمل تمام نہیں، انسان میں ایسی طاقت نہ ہو جس کو گناہوں کی رکاوٹ میں لگا سکے، اور ایسا اخلاق نہ ہو جس سے لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کر سکے، اور ایسا حلم اور حوصلہ نہ ہو جس سے جاہل کے جہل کو خود اس کی طرف پلٹادے، یہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاعلی! اسلام برہنہ اور عریان ہے اس کا لباس حیاء، اس کی زینت عفت و پاکدامنی، اور اس کی شجاعت عمل صالح اور اس کے ستون ورع اور تقویٰ ہیں۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ اَفْضَلَ الْعِبَادَةِ عِفَّةُ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ۔ [3]

بے شک شکم و شہوت کو (حرام چیزوں) سے محفوظ رکھنا بہترین عبادت ہے۔

---

[1] کافی: 277، باب الورع، حدیث 9؛ وسائل الشیعہ: 15245، باب 21، حدیث 20400؛ بحارالانوار: 67299، باب 57، حدیث 9

[2] وسائل الیشعہ، ج15، ص246، باب 21، حدیث 20405۔

[3] کافی، ج ۲، ص ۷۹، باب العفۃ، حدیث ۲؛ تحف العقول: ۲۹۶؛ وسائل الشیعہ: ۱۵، ص ۲۴۹، باب ۲۲، حدیث ۲۰۴۱۴.

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّمَا شِيعَةُ جَعْفَرٍ مَنْ عَفَّ بَطْنُهُ وَ فَرْجُهُ، وَاشْتَدَّ جِهادُهُ وَعَمِلَ لِخالِقِهِ، وَرَجا ثَوابَهُ، وَخَافَ عِقابَهُ، فَإِذا رَأَيتَ أُولئِكَ، فَأُولئِكَ شِيعَةُ جَعْفَرٍ ۔ [1]

بے شک جعفر صادق کا شیعہ وہ ہے جو شکم اور شہوت کو حرام چیزوں سے محفوظ رکھے، راہ خدا میں اس کی سعی وکوشش زیادہ ہو، صرف خدا کے لئے اعمال انجام دے، اس کے اجر وثواب کا امیدوار اور اس کے عذاب سے
خوف زدہ رہے، اگر ایسے لوگوں کو دیکھو تو کھو وہ جعفر صادق کے شیعہ ہیں۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لاَ تَزالُ أُمَّتِي بِخَيرٍ ما تَحابُّوا وَ تَهادَوْا وَأَدُّوا الأَمانَةَ، وَاجْتَنَبُوا الحَرامَ، وَ قَرَوُا الضَّيفَ، وَأَقامُوا الصَّلاةَ، وَآتُوا الزَّكاةَ، فَإِذَا لَمْ يفْعَلُوا ذٰلِكَ ابْتُلُوا بِالْقَحْطِ وَالسِّنينَ ۔ [2]

جب تک میری امت میں یہ اعمال باقی رہیں گے اس وقت تک ان پر کوئی مصیبت نازل نہ ہوگی: ایک دوسرے سے محبت کرنا، ایک دوسرے کو ہدیہ دینا اور دوسروں کی امانت ادا کرنا، حرام چیزوں سے پرہیز کرنا، مھمان کی مھمان نوازی کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، لیکن ان چیزوں کے نہ ہونے کی صورت میں میری امت قحط اور خشک سالی میں مبتلا ہوجائے گی۔

قارئین کرام! گزشتہ احادیث کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصلاح کا راستہ ہمیشہ ہر شخص کے لئے کھلا ہے، اور اس نورانی راستہ پر چلنا ہر شخص کے لئے ممکن ہے، انسان اپنے عمل، اعتقاد اور اخلاق میں مجبور نہیں ہے، انسان اپنے اختیار سے پاک نیت اور مصمم ارادہ کے ذریعہ مذکورہ بالا احادیث میں بیان شدہ خوبیوں سے مزین ہوسکتا ہے، ان تمام برائیوں اور شیطانی صفات کو چھوڑتے ہوتے ان تمام خیر ونیکی اور معنوی خوبیوں سے آراستہ ہوسکتا ہے، اور اپنے ھاتھوں سے البتہ خدا کی نصرت ومدد کے ساتھ ساتھ اخلاقی برائیوں اور برے اعمال کو ظاہری و باطنی نیکیوں میں تبدیل کرے، کیونکہ جو شخص بھی اصلاح کا راستہ اپناتا ہے تو خداوندعالم بھی اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے میں مدد کرتا ہے، اور جب برائیوں کی جگہ نیکیاں آجاتی ہیں تو پھر اس کی تمام گزشتہ برائیاں بخش دی جاتی ہیں۔

"إِلاَّ مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُوْلَئِكَ يبَدِّلُ اللهُ سَيئَاتِهِم حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيمًا"۔ [3]

علاوہ اس شخص کے جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرے تو پروردگار اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے

---

[1] خصال ج۱ص ۲۹۵، حدیث ۶۳؛ وسائل الشیعہ، ج۱۵ص ۲۵۱، باب ۲۲، حدیث ۲۰۴۲۵.

[2] عیون اخبار رضا، ج۲ص ۲۹، باب ۳۱، حدیث ۲۵، وسائل الشیعہ، ج۱۵، ص ۲۵۴، باب ۲۳ حدیث ۲۰۴۳۴.

[3] سورۂ فرقان، آیت 70۔

تبدیل کردے گا اور خدا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

"إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ"۔ [1]

ہاں کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد توبہ کرلے اور اپنی برائی کو نیکی سے بدل دے، تو میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

اصلاح نفس سے متعلق مسائل کے عناوین

تمام لوگوں کی نسبت خیر و نیکی کی نیت رکھنا، رغبت، خوف، خواہش، خوشی اور غم کے وقت پرہیزگاری کرنا۔

تمام امور اور انجام کار کے بارے میں غور و فکر کرنا، عبادت کے لئے شب بیداری، تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا، ظلم و ستم کرنے والے سے چشم پوشی کرنا، جس نے قطع تعلق کرلیا ہو اس سے صلہ رحم کرنا، جس نے احسان نہ کیا ہو اس کے ساتھ احسان کرنا، گناہوں کو ترک کرنے کے ساتھ ساتھ خوف خدا اس دنیا کے ظاہر و باطن پر خدا کی حفاظت پر توجہ رکھنا، (کس طرح خدا انسان یا دوسری مخلوق کی حفاظت فرماتا ہے) عفت اور پاکدامنی، عبادت خدا اور خدمت خلق میں کوشش کرنا، صداقت، ادائے امانت اور خوش عادت ہونا، پڑوسیوں کا خیال رکھنا، خوبیوں اور نیکیوں سے آراستہ ہونا، طولانی رکوع اور سجدہ کرنا، حلال روزی پر قناعت کرنا، اپنی رفتار و گفتار میں نرم رویہ پیدا کرنا، حلم و حوصلہ، حیاء اور عفت سے کام لینا، نیک اور صالح عمل انجام دینا، شکم اور شہوت کے میدان با عفت رہنا، رضائے الٰہی کے لئے نیک عمل انجام دینا، ذات خدا سے امید رکھنا، عذاب الٰہی سے خوف زدہ رہنا، ایک دوسرے سے محبت کرنا، ایک دوسرے کی ہدایت کرنا، برائیوں سے دور رہنا، مہمان کی عزت کرنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ کا ادا کرنا۔

البتہ یہ عناوین گزشتہ احادیث میں بیان ہونے والے اصلاح کے راستہ سے متعلق ہیں جن کی فہرست ہم نے یہاں بیان کی ہے، اگر ہم اپنی، اہل خانہ اور معاشرہ کی اصلاح کے سلسلہ میں بیان ہونے والی تمام احادیث سے عناوین کو جمع کریں تو واقعاً ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔

اگر انسان اپنے ارادہ و اختیار سے خود کو ان تمام نیکیوں سے مزین اور آراستہ کرلے اور برے صفات خصوصاً مال حرام، مقام حرام اور شہوت حرام سے محفوظ کرلے تو اس کو دنیا و آخرت میں فائدہ ہی فائدہ نصیب ہوگا۔

اس سلسلہ میں متقی و پرہیزگار افراد کو زندگی کے بعض پہلوؤں میں ہونے والے عظیم الشان فائدوں کی طرف اشارہ کیا جائے تو ممکن ہے خیر و سعادت حاصل کرنے والوں کے لئے ہدایت کا سبب بن جائے۔

ابن سیرین اور خواب کی تعبیر

ابن سیرین کا نام محمد بن سیرین بصری ہے، وہ خواب کی تعبیر کے سلسلہ میں ایک عجیب و غریب طاقت کا مالک تھا اس کی

---

[1] سورۂ نمل، آیت 11

تعبیر خواب کا سرچشمہ ذوق سالم اور بلند فکر تھی۔

خواب کو انسان سے مطابقت کرتا تھا، اور خواب کی تعبیر میں قرآن مجید اور احادیث سے الہام لیتا تھا۔

اس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ ایک شخص نے اس سے معلوم کیا: خواب میں اذان کہنے کی تعبیر کیا ہے؟ تو اس نے کہا: حج سے مشرف ہونا، دوسرے شخص نے اسی خواب کی تعبیر پوچھی تو کہا: چوری کرنا، لیکن جب اس سے ایک خواب کی دو مختلف تعبیروں کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا: میں نے پہلے شخص کو دیکھا تو وہ ایک نیک اور صالح شخص دکھائی دیا تو اس کے خواب کی تعبیر کو اس آیت سے حاصل کیا:

"وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ..."۔[1]

لیکن دوسرے شخص کا چہرہ صحیح نہیں تھا لہٰذا اس کے خواب کی تعبیر میں اس آیت سے الہام لیا:

"اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الۡعِیۡرُ اِنَّكُمۡ لَسٰرِقُوۡنَ"۔[2]

ابن سیرین کہتا ہے: بازار میں میری کپڑے کی دکان تھی، ایک خوبصورت عورت کپڑا خریدنے کے لئے میری دکان پر آئی، جبکہ میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ عورت میری جوانی اور جمال کی عاشق ہوگئی ہے، تھوڑا کپڑا مجھ سے خریدا اور اپنی گٹھری میں رکھ لیا، اور اچانک کہنے لگی: اے کپڑا فروش! میں گھر سے پیسے لانا بھول گئی، یہ گٹھری لے کر تم میرے گھر تک چلو وہاں پر اپنے پیسے بھی لے لینا! مجھے مجبوراً اس کے گھر تک جانا پڑا، گھر کی چوکھٹ پر مجھے بلایا اور جیسے ہی میں نے اندر قدم رکھا اس نے فوراً دروازہ بند کرلیا، اس نے اپنے کپڑے اتار پھینکے اور اپنے جمال وخوبصورتی کو میرے لئے ظاہر کردیا، اور کہا: ایک مدت سے تیرے جمال کی عاشق ہوں، اپنے وصال کے لئے میں نے یہی راستہ اختیار کیا ہے، اس وقت یہاں پر تیرے اور میرے علاوہ کوئی نہیں ہے، لہٰذا میری آرزو پوری کردے ورنہ تجھے ذلیل کردوں گی۔

میں نے اس سے کہا: خدا سے ڈر، اور زنا سے دامن آلودہ نہ کر، زنا گناہ کبیرہ ہے، جو جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ لیکن میری نصیحت کا کوئی فائدہ نہ ہوا، میرے وعظ کا کوئی اثر نہ ہوا، اس موقع پر میں نے بیت الخلا جانے کی اجازت مانگی، اس نے سوچا واقعاً قضائے حاجت کے لئے جارہا ہے لہٰذا اس نے چھوڑ دیا۔ میں بیت الخلاء میں گیا اور اپنے ایمان اور آخرت اور انسانیت کو محفوظ کرنے کے لئے نجاست کو اپنے پورے بدن پر مل لیا، جیسے ہی اس حالت میں بیت الخلاء سے نکلا، فوراً ہی اس نے گھر کا دروازہ کھولا اور مجھے باہر نکال دیا، میں ایک جگہ گیا اور نہایا دھلا، میں نے اپنے دین کی خاطر تھوڑی دیر کے لئے بدبودار نجاست کو اپنے بدن پر ملا، اس کے بدلے میں خداوند عالم نے بھی میری بُو کو عطر کے مانند کردیا اور مجھے تعبیر خواب کا علم مرحمت فرمایا۔[3]

---

[1] سورہ حج، آیت ۲۷

[2] سورہ یوسف، آیت ۷۰

[3] سفینۃ البحار ج4، 352 باب السین بعدہ الیاء۔